ماہنامہ

مصباح

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية) شمارہ: ۵ مارچ ۲۰۰۹ء بمطابق ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

حریم دل کے مکین وہ ہیں عرب کے ماہِ مبین وہ ہیں
وہ جن سے راہِ حیات چمکی وہ حق کا لائے نظام ایسا

رحمت عالم ﷺ کا شجرۂ نسب

IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

4
دامن عفت داغدار نہ ہو جائے

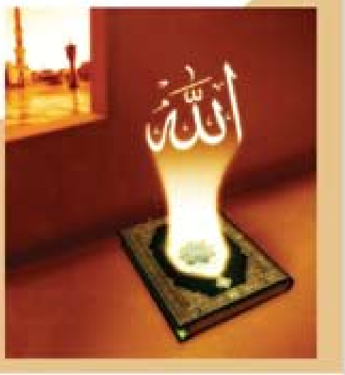

14
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

مصباح
ماہنامہ

شمارہ: ۵ مارچ ۲۰۰۹ء بمطابق ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

سرپرست اعلی
محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی
خالد عبداللہ السبیع

ایڈیٹر
صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر
اعجاز الدین عمری

مجلس ادارت
سید عبدالسلام عمری — شیخ عبدالسلام عمری
مجاہد خان عمری — محمد عزیز الرحمن
محمد شاہنواز محمدی — شیخ حبیب الرحمن جامعی

گرافک ڈیزائن
نوشاد زین العابدین

ناشر
لجنۃ التعریف بالاسلام (ipc) کویت

رابطہ کا پتہ
ipc پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاۃ 13017 کویت
فاکس : 22400057
فون نمبر : 22444117 EXT. 104
ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in
ویب سائٹ: www.ipc-kw.com

اس شمارے میں

تجلیات	شعلوں سے محبت اُس نے کیا	2
صدائے عرش	موت آئے تو ایمان پر	3
آئینۂ رسالت	ذرہ بن جاتا ہے پہاڑ	3
دیار غیر میں	دامن عفت داغدار نہ ہو جائے	4
ہدایت کی کرنیں	مجھے اسلام میں سعادت ملی	5
دعوت وحکمت	دعوت وتبلیغ کے لیے منصوبہ سازی کی اہمیت	6
نومسلموں کے مسائل	تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں	7
اصلاح معاشرہ	قرض: دن کی ذلت اور رات کی پریشانی	8
تربیت وتزکیہ	اسلام میں رنج وغم کے آداب	10
سیرت کے البم سے	دور حاضر میں مطالعۂ سیرت کی اہمیت	12
آفاقی پیام	حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری	14
فقہ وفتاوی	آپ کے مسائل کا حل	15
نکہتِ گل		16
خبر ونظر	عالمی خبریں	17
باغیچۂ اطفال		18
روداد چمن	ipc کے شب وروز	19
ایڈیٹر کے نام	مکتوبات	20
بزمِ ادب		

❖كلمة العدد (وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين) ❖... إلا وأنتم مسلمون ❖ التمرة تعدل الجبل
❖ رسالة إلى الوافد (يوسف في بيت العزيز) ❖ وجدت السعادة في الإسلام
❖ أهمية التخطيط في الدعوة إلى الله تعالى ❖ مشاكل المهتدين وحلها ❖ الدّين وما أدراك ما الدّين
❖ آداب الحزن في الإسلام ❖ السيرة النبوية حل للمشاكل العالمية ❖ الرسالة العالمية ❖ الفتاوى الشرعية
❖ أوراق ذهبية ❖ أخبار العالم الإسلامي ❖ واحة الأطفال ❖ أنشطة اللجنة ❖ بريد المصباح ❖ ساحة الشعر

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ (سورہ آل عمران 164)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا' جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا، ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، حالانکہ پہلے تو یہ لوگ' صریح گمراہی میں تھے۔

صدائے عرش

طاہرہ بیگم (کویت)

موت آئے تو ایمان پر

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾
(سورۃ آل عمران ۱۰۲)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو''۔

تشریح: آیت کریمہ کے مخاطب اہل ایمان ہیں، ایمان امن سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے سکون وچین، طمانیت اور بے خوفی اور چونکہ ایک شخص ایمان لانے کے بعد امن میں آجاتا ہے، چین پاجاتا ہے، بے خوف وخطر ہوجاتا ہے، اسی لیے اُسے مومن کہتے ہیں۔

ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہماری توجہ تقویٰ کی طرف مبذول کرائی ہے، کہا جارہا ہے:

''اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے''

تقویٰ ''وقی'' سے نکلا ہے، اسکا مطلب ہے پرہیز کرنا، اپنی حفاظت کرنا، بچ کر رہنا، حدود الٰہی کو پامال نہ کرنا، خوش حالی وبدحالی ہر حالت میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، اُس کی نافرمانی سے بچنا، انصاف کا علمبردار ہونا، عہد وپیمان کو پورا کرنا، عدل وانصاف کا پیکر ہونا، رشتہ داروں اور قرابت داروں کے تعلقات کو بگاڑنے سے ڈرنا، غصے کو پی جانا، کوتاہیوں سے درگذر کرنا، حرام وحلال میں تمیز کرنا' یہ ہے تقویٰ۔

تقویٰ یہ احساس بھی ہے کہ اللہ رب العالمین ہمارے بالکل قریب ہے، ہماری ہر سوچ وفکر سے آگاہ ہے اور ہم پر دو نگران کار بھی مامور ہیں، جو ہمارے ہر فعل اور عمل کو قلمبند کر رہے ہیں، ہمارا دل قطب نما کی سوئی کی طرح ہونا چاہیے کہ وہ ہمیشہ قطب ہی کی طرف رخ کئے رہتی ہے' خواہ کوئی اسے کتنا ہی گھمالے اور کدھر بھی' بالآخر وہ قطب ہی کی سمت آجاتی ہے، ایک متقی کا دل بھی اُسی طرح اپنے رب سے جڑا رہنا چاہئے، تھوڑی دیر کو اگر بہک بھی جائے تو اللہ کا وجود اور اسکی قربت کا احساس اس کے اندر جاگ جائے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کعبؓ سے پوچھا کہ ''تقویٰ کیا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا ''تقویٰ یہ ہے کہ ایک پتلا سا تنگ راستہ' جسکے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں اور انسان اپنے دامن کو اس طرح سمیٹ کر چلے کہ دامن ان کانٹوں میں الجھنے نہ پائے''۔

کسی اور کی نظر میں تقویٰ یہ ہے کہ بازار پوری رعنائیوں کے ساتھ سجا ہو، آپکے ہاتھ میں دودھ سے لبالب پیالہ دیا جائے اور ادھر تلوار سر پر لٹکی ہو کہ اگر پیالہ چھلکا تو گردن اڑادی جائے گی' ایسی حالت میں جو شخص وہ اس پیالے کو چھلکنے سے بچائے گی وہ تقویٰ ہے۔

مومن کا دل ہمیشہ خوفزدہ ہرنی کی طرح حساس وباشعور رہنا چاہیے کہ کہیں اُس سے کوئی ایسی بات یا حرکت سرزد نہ ہوجائے یا اللہ کے احکامات کے مقابلے میں کوتاہی نہ ہوجائے جو اللہ کے غضب کو دعوت دے۔ تقویٰ کا یہ احساس وقتی نہ ہو بلکہ ہمہ وقتی ہو۔

''تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو''

یعنی ایمان اور تقویٰ کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ اسلام کے تقاضوں کو بھی شامل کرلو۔ نماز، روزہ، زکاۃ اور حج جیسے فرائض کی پابندی کرو، کھانے پینے کے معاملات میں حلال وحرام کی تمیز کرو، شرک، زنا، قتل اور الزام تراشی جیسے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو اور چوری، جھوٹ، غیبت، جیسی گری ہوئی حرکات سے اپنے آپکو باز رکھو۔ ان ہی اصول پر مرتے دم تک گامزن رہو کہ یہی آخرت کی منزل اور کامیابی کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آیت کے مطابق خود کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آئینۂ رسالت

نصرت شکیل (کویت)

ذرہ بن جاتا ہے پہاڑ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَۃٍ مِنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتَقَبَّلُھَا بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یُرَبِّیْھَا لِصَاحِبِھَا کَمَا یُرَبِّی اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور برابر صدقہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک کمائی ہی قبول فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس صدقے کو اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے اور صدقے والے کے لیے اسے اس طرح پالتا ہے جیسے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک کھجور پہاڑ برابر ہوجاتا ہے''۔
(بخاری، مسلم)

تشریح: صدقہ دراصل اللہ کی رضا کے لیے اُس کی راہ میں خرچ کرنے کا نام ہے، یہ ایمان کی عملی تصدیق بھی ہے کہ جس رب کو میں مانتی ہوں اس کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرسکتی ہوں، صدقے سے ہمارے ذہن میں جو چیز سب سے پہلے آتی ہے وہ مال خرچ کرنا ہے' جبکہ صدقہ کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے، صدقہ صرف یہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں بڑی بڑی رقم خرچ کی جائے تو ہی باعث اجر ہوگا بلکہ صدقہ میں مال، وقت، صلاحیت، علم، دعا، جسمانی محنت، مدد، بیمار کی عیادت، صلح کروانا، مسکرانا، اچھا مشورہ دینا سب شامل ہے۔ اللہ کے راستے میں ہم جو بھی صدقہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے اور ایک نیکی کا اجر دس سے سو اور سو سے سات سو تک پہنچتا ہے۔ نیکیوں کے اجر کی زیادتی دراصل اس وجہ سے ہے کہ کچھ نیکی وقتی اور سطحی ہوتی ہے. جیسے کسی کی وقتی طور پر مدد کردی، کچھ جگہیں اور حالات ایسے ہیں جہاں خرچ کر کے صدقہ بڑھتا ہے اور اس کے اثرات دوررس ہوتے ہیں۔ مثلاً آپ نے کوئی اچھی بات اپنے بچے کو سکھائی، اس نے پھر دوسرے کو' اسطرح خیر آگے بڑھتی رہتی ہے یا پھر ایک کتاب مدرسے میں رکھی اس سے کسی نے علم حاصل کیا اور پھر آگے سکھایا اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ اور کتاب رکھنے والے کو پتہ بھی نہ چلا کہ اس کی چھوٹی سی نیکی کتنے بڑے اجر کا باعث بنی۔ دنیا کے کسی بنک یا اسکیم میں کہیں ایسا نہیں ہوتا کہ جمع کیا ہوا مال کئی گنا بڑھتا جائے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اُس کی مرضی اور رضا کے لیے خرچ کیا ہوا مال کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اور روز حشر انسان اپنی چھوٹی سی نیکی کو دیکھ کر حیران ہوجائیگا کہ یہ نیکی کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اللہ کے راستے میں خرچ کئے مال کا اجر بے حساب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿واللہ یضعف لمن یشاء﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ اور اس وقت تک بڑھاتا ہے جب تک چاہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ (ہی وہ ذات ہے جو) نیتوں کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کوئی خالص نیت سے بیشک تھوڑا ہی خرچ کرے لیکن اس کے اثرات کہاں تک گئے اور اس سے پھوٹنے والی خیر کتنے اجر کا باعث بنی۔

جب مال انسان کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ چلا گیا اور کم ہوگیا۔ جبکہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ''صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا'' (صحیح مسلم)

اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے حضور پاک ﷺ نے فرمایا ''جب مسلمان اپنے گھر والوں کو ثواب کی امید سے کچھ دیتا ہے تو اسکو صدقہ کا ثواب ملتا ہے'' (بخاری، مسلم)

اسی طرح زندگی اور صحت کی حالت میں صدقے کا اجر زیادہ ہے۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ کس قسم کے صدقے کا ثواب ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جب تم بھلے چنگے ہو اور تم کو مال جمع کرنے کی حرص ہو اور محتاجی کا بھی ڈر ہو، دولت کی خواہش بھی ہو اُس وقت کا صدقہ اللہ کو بہت پسند ہے.....'' (بخاری، مسلم)

شعلوں سے محبت اُس نے کیا

وہ ایک سلیم الفطرت انسان تھا...... اپنے معاشرے کی بُرائیوں سے بیزار ہوکر کسی پہاڑی گوشہ میں تنہائی اختیار کیے ہوا تھا...... شاید کسی غیبی ہدایت کا منتظر تھا جو اُسے منزل کا پتہ دے سکے...... اس نے اپنی پیشانی کی آنکھوں سے انسانیت کو سسکتے بلکتے اور وحشیانہ زندگی گزارتے ہوئے دیکھا تھا...... اس نے اپنے سامنے انسانیت کی کشتی کو بیچ بھنور میں ہچکولے کھاتے ہوئے دیکھا تھا...... اس سے رہا نہ جارہا تھا...... اس کا دل تڑپ رہا تھا...... مچل رہا تھا کہ کوئی ناخدا مل جائے جو اس نیّا کو پار لگائے.......... اچانک بنی نوع انسان پر رحم وکرم کی بارش ہوئی اور اسی انسان کو مسیحا بنادیا گیا۔

اب کیا تھا؟ کراہتی انسانیت کو مسیحا مل چکا تھا...... وہ زخموں پر مرہم ڈالنے کا بیڑا اٹھالیتا ہے، دہکتی اور سلگتی ہوئی آگ میں کودنے والوں کا کمر پکڑ کر نکال رہا ہے، کیا دن اور کیا رات ہر وقت اُسے انسانیت کی فکر ستا رہی ہے، اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، بُرے اخلاق سے روکتا ہے، گلی، کوچہ اور بازار ہر جگہ ہانکے پکارے بولتا جارہا ہے ''اے لوگو! اللہ والے بن جاؤ کامیاب ہو جاؤ گے......''۔

پاکیزہ نفوس اس کی دعوت پر لبیک کہتی ہیں، لوگ ساتھ آتے جارہے ہیں اور قافلہ بنتا جارہا ہے...... لیکن بُرا ہو جاہلی تعصب اور اندھی تقلید کا جس نے اکثریت کو راہِ حق کا مزاحم بنادیا، وہ ہاتھ دھوکر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، اس کے کاز کو ناکام بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں...... یہ ایک دن اور دو دن کا معاملہ نہ تھا...... مسلسل اکیس سال تک اُسے مشق ستم بنایا، اُسے پاگل، کاہن اور ساحر کہہ کر مطعون کیا، اس کے گردن پر اونٹ کی اوجھڑیاں ڈالیں، اس کے راستے میں کانٹے بچھائے، اس کے گھر کے دروازے پر غلاظتیں پھینکیں، اس کے ماننے والوں کو روح فرسا تکلیفیں دیں، اس کا معاشرتی بائیکاٹ کیا، ایک موقع سے آواروں نے اس پر ایسی سنگ باری کی کہ پورا بدن لہولہان ہوگیا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا، اس کے قتل کی سازشیں کیں، اسے اپنے جانثاروں سمیت وطن عزیز کو خیرباد کہنے پر مجبور کیا، ملک بدر کرنے اور انکی جائدادوں کو ہڑپ لینے کے باوجود انہیں چین سے رہنے نہ دیا اور مسلسل آٹھ سال تک انکے خلاف محاذ آرائیاں قائم رکھیں۔

اب تک اکیس سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے اور حالات بدستور پُر آشوب ہیں، لیکن اکیس سال کے بعد وہی انسان جب اپنے دس ہزار جانثاروں کے ہمراہ اپنے مادرِ وطن میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتا ہے تو سارے دشمنوں کو اپنے سامنے پاتا ہے، اکیس سال تک دہشت گردی مچانے والوں، امن وامان کا خون کرنے والوں اور اپنے جانثاروں کے قاتلوں کو اپنے قبضہ میں پاتا ہے، اگر وہ چاہتا تو اُن مجرمین کو کیفرکردار تک پہنچا سکتا تھا لیکن قربان جاؤ اس انسان کے رحم وکرم پر جس نے اپنے جانی دشمنوں کے حق میں عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ''کسی سے کوئی شکایت نہیں آج تم سب آزاد ہو'' سبحان اللہ! یہ کیسا انسان ہے جو گالیاں سن کر دعائیں دے رہا ہے، پتھر کھا کر گلدستہ پیش کررہا ہے، خون کے پیاسوں کو جام حیات پلا رہا ہے؟ جی ہاں! یہ ہیں ہمارے نبی رحمت عالم، تاجدار مدینہ اور محسن انسانیت کی ذات مبارکہ مطہرہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ جو اپنے سینے میں سارے جہاں کا درد رکھتے تھے۔ جن کا فیض انسان تو کجا حیوان ونباتات اور جمادات تک کے لیے عام تھا۔

یہی وہ رحم وکرم تھا جس نے اسلام کے لیے پوری دنیا میں جگہ بنایا چنانچہ فتح مکہ جس میں آپ کے جانثاروں کی تعداد محض دس ہزار تھی، دو سال کے بعد آپ حجۃ الوداع کے لیے نکلتے ہیں تو شمع اسلام کے پروانوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر وہ دن آیا کہ ساری تاریکیاں کافور ہوگئیں، ہدایت کا چراغ جلنے لگا، انسانیت اسلام کے سایہ میں پناہ لینے لگی اور چند ہی سالوں میں اسلام کا پرچم مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک لہرانے لگا۔

آج انسانیت جس پُرفتن دور سے گذر رہی ہے، جس طرح معاشرے سے امن وامان رخصت ہوتا جارہا ہے اور ہر سُو دہشت گردی کی فضا چھائی ہوئی ہے ایسے کشیدہ حالات میں شدید ضرورت ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان رحمت عالم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کریں کیونکہ اللہ تعالی نے آپ کی پوری زندگی کو ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اور ہمیں ساری مخلوق کے لیے رحمت کا پرتو بنایا ہے۔ پھر عام انسانی نقطۂ نظر سے بھی سیرت نبوی کے مطالعہ کی سخت ضرورت ہے کیونکہ آج دنیا جن عالمی مسائل میں گھری ہوئی ہے اُن کا علاج بھی نظام مصطفوی میں پوشیدہ ہے۔ جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے محمد ﷺ نے محض تیئس سال کی مختصر مدت میں مردہ انسانوں کے اندر زندگی کی روح پھونک دی تھی اور زندگی کی کایا پلٹ دی تھی آج بھی وہ دور آسکتا ہے بشرطیکہ ہم شریعت محمدی کی بالادستی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

ابوعبداللہ تیمی (کویت)

مجھے اسلام میں سعادت ملی

"میں کبھی بت پرست تھا، بت پرستی میں اس قدر آگے بڑھا ہوا تھا کہ ہمیشہ بتوں کی تعریف وتوصیف میں آسمان وزمین کے قلابے ملایا کرتا، ہر جگہ اس کی ثنا خوانی میں لگا رہتا اور دوسروں کو بھی بت پرستی کی طرف راغب کیا کرتا تھا، صبح سویرے بیدار ہوتا، بتوں کی پوجا سے فارغ ہوکر طلوع آفتاب کا انتظار کرتا، جب سورج طلوع ہوجاتا تو اس کی پوجا کرنے کے بعد ہی اپنی ڈیوٹی پر جاتا تھا، یہی میرے روزانہ کا معمول تھا۔

جب میں کویت آیا تو ہندو احباب کے ساتھ رہتا تھا انہوں نے اپنی رہائش گاہوں میں بتوں کے مجسمے نصب کر رکھے تھے، میں حسب معمول روزانہ ان کی پوجا کرتا اور سورج کی پوجا بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ حسن اتفاق ایک دن حیدرآباد کے ایک مسلم دوست نے مجھے سورج کی پوجا کرتے ہوئے دیکھا تو تعجب سے پوچھا: "کیا کر رہے ہو ہیرا......"؟

میں نے بے التفاتی برتی، وہ بضد رہا، اور پوچھتا رہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا: سورج کی پوجا کر رہا ہوں؟

اس نے بلا جھجک مجھ سے بول دیا: سورج اور چاند کی پوجا مت کرو، اس ذات کی پوجا کرو جس نے سورج، چاند، انس وجن، زمین اور آسمان کو بنایا ہے۔

میں نے کہا: میں بھی بھگوان کی پوجا کرتا ہوں۔ اس کے مختلف نام ہیں جس نام سے چاہو اس کی پوجا کرو، ہم ہندو اسے بھگوان کہتے ہیں اور آپ لوگ اُسے اللہ کہتے ہیں، فرق صرف نام کا ہے...... سب کی منزل ایک ہی ہے......

میرے دوست نے کہا: اچھا بتاؤ ! تم کن کن بھگوانوں کی پوجا کرتے ہو؟

میں نے کہا: کرشن جی، شیو جی، شنکر جی، رام جی......!

میرے دوست نے کہا: وہ سب تو انسان تھے نا؟

میں نے کہا: جی ہاں! انسان تو تھے...... پر...... بھگوان ان کا روپ دھارن کرکے زمین پر اُترے تھے، اس لیے ان کی پوجا ایشور کی پوجا ہے۔

میرے دوست نے کہا: ہیرا...... یہ کیسے ہوگا کہ ایشور جو ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے، جب انسانوں کی ہدایت کا ارادہ کرے تو اپنی ہی پیدا کی ہوئی کسی مرد کا نطفہ بن جائے، اپنی ہی بنائی ہوئی کسی عورت کے رحم کی تاریک کوٹھری میں داخل ہوکر نو مہینہ تک وہاں قید رہے، تخلیق کے مختلف مراحل سے گذرتا رہے، خون اور گوشت میں ملکر پلتا بڑھتا رہے، پھر نہایت تنگ جگہ سے نکلے، شیرخواری اور بچپنا سے گزرتے ہوئے جوان ہو پھر وہی بھگوان بن جائے؟ ...... پھر کیا ایسا نہیں کہ انسان کی شکل میں پیدا ہونے کی وجہ سے لوگ اُسے انسان ہی مانیں گے؟ اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اُسے گالیاں سننا پڑ سکتی ہیں، جھوٹے مقدمات میں پھنسایا جاسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ انسان کی شکل میں آنے کی وجہ سے اللہ کو بھی وہ تمام پاپڑ بیلنے پڑیں گے جو کسی انسان کو بیلنے پڑتے ہیں...... کیا اس سے اُس کی الوہیت میں بٹا نہ لگے گا؟ ...... صاف بات یہ ہے کہ اللہ یکتا اور بے مثل ہے، اس کے پاس ماں باپ نہیں، اس کے پاس اولاد نہیں، اس کو کسی کی ضرورت نہیں پڑتی اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ...... تم اس اللہ کی پوجا کرو جو ساری دنیا کا بنانے والا ہے۔

بات اُسی پر ختم ہوگئی، اس کے بعد جب بھی میرا حیدرآبادی دوست مجھ سے ملتا' مجھے اسلام کی بابت کچھ نہ کچھ ضرور بتاتا۔ یہاں تک کہ وہ سنہرا دن بھی آیا کہ میرے دوست نے مجھے ipc کے داعی ...... کے پاس لاکر بیٹھا دیا تھا: میرے دل میں بتوں کی محبت بدستور قائم تھی تاہم اپنے اندر ایک خلا محسوس کر رہا تھا، میں توحید، رسالت اور یوم آخرت پر مشتمل ان کی باتیں بغور سنتا رہا' یہاں تک کہ میرے سامنے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اسلام ہی ہمارا مذہب ہے اور ہر دور میں انبیائے کرام نے اسی دین کی تبلیغ کی، اللہ تعالی نے اسی پیغام کو آخری شکل میں اللہ کے رسول ﷺ کے اوپر اُتارا جن کا پیغام ساری انسانیت کے لیے تھا۔

انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی آمد سے متعلق ہندو مذہبی کتابوں میں پیشین گوئیوں کی طرف بھی اشارہ کیا اور اخیر میں کہا کہ اسلام آپ کا دین ہے، آپ کے پیدا کرنے والے کا اُتارا ہوا آخری نظام ہے، محمد ﷺ ساری دنیا کے لیے بھیجے گئے اور یہی کلکی اوتار ہیں جن کا آج ہندو مذہب میں انتظار ہو رہا ہے، اس لیے اسلام کو اپنانا دھرم پریورتن (تبدیلی مذہب) نہیں بلکہ اپنے اس دین کو اپنانا ہے جس پر آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔

الغرض اللہ تعالی نے میرا دل کھول دیا اور میں نے اسی وقت کلمۂ شہادت کی گواہی دی" اشهد أن لا الـه الا الله وأشهد أن محمدا رسول الله

"جب مجھے نماز میں رونا نہیں آتا تو خیال آتا ہے کہ میری نماز میں کچھ کمی واقع ہوگئی ہے"

معزز قارئین! ہندوستان کی معروف ریاست راجستھان کے ہمارے بھائی ہیرا لال (عبدالرحیم) کے قبول اسلام کی یہ ہلکی سی روداد تھی الحمدللہ آج وہ ہمارے پکے مسلمان کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، گھر کے اکثر افراد اسلام میں آچکے ہیں، انہیں دیکھ کر آپ کا ایمان تازہ ہوجائے گا، میں نے کئی بار تنہائی میں انہیں نماز میں روتے ہوئے دیکھا ہے، اُن کی نمازیں خشوع وخضوع کی آئینہ دار ہوتی ہیں جس کا اثر چہرے پر اشک کی شکل میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

ایک مرتبہ انہوں نے مجھے اپنے دل کی کیفیت یوں سنائی تھی:

"جب مجھے نماز میں رونا نہیں آتا تو خیال آتا ہے کہ میری نماز میں کچھ کمی آگئی ہے"۔

دامن عفت داغدار نہ ہو جائے

صفات عالم محمد زبیر تیمی (کویت)

آج ہر طرف بے پردگی اور عریانیت کی نمائش ہو رہی ہے اباحیت پسندی، جنسی انارکی اور مرد و زن کا بے باکانہ اختلاط عام ہے۔ ایسے پُرفتن دور میں ایک مومن صادق بالخصوص اہل خانہ سے دور تارک وطن کو اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی سخت ضرورت ہے۔

اس مناسبت سے ہم عفت یوسفی کا قصہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہیں گے جس میں دیارِ غیر میں رہنے والوں کے لیے درس ہے، عبرت ہے، نصیحت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد حضرت یعقوبؑ کے زیرِ شفقت پل رہے تھے، انکے گیارہ بھائی اُن کی طرف باپ کے شدتِ میلان کو دیکھ کر اُن سے خار کھانے لگے۔ چنانچہ ایک دن منصوبہ بند طریقے سے ۱۱ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک جنگل میں لے گئے اور گہرے کنویں میں ڈال دیا تا کہ: نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

لیکن جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے، کنواں کے پاس سے ایک قافلہ کا گذر ہوا، شدت پیاس سے بے تاب قافلہ جب کنواں کے پاس آکر کنواں میں اپنا ڈول ڈالا تو ایک خوبرو نوجوان کو پا کر انکی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

انہیں فروخت کے لیے بازارِ مصر میں لائے، حسن و جمال اور شرافت و کمال کا پیکر بچہ عزیزِ مصر کے حصہ آیا، عزیزِ مصر لاولد تھا، انہیں خوشی خوشی گھر لایا اور بیوی کو انکے ساتھ اچھا برتاؤ اور نیک سلوک کی تاکید کی۔ یوسفؑ عزیز مصر کے گھر پرورش پا رہے تھے، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور تسکین قلب کا سامان تھے، مرورِ ایام کے ساتھ حضرت یوسفؑ جوان ہوئے، حسن و جمال میں مزید نکھار آیا تو عزیز مصر کی بیوی زلیخہ ان پر فریفتہ ہو گئی، شیطان نے زلیخہ کو یوسف کے ساتھ بدکاری کرنے پر آمادہ کیا، جب بدی کی گود میں سُلانے کے تمام حربے ناکام ہوئے تو اس نے عزیزِ مصر کے باہر نکلتے ہی ایک منصوبہ بند حکمت عملی اپنائی تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔

جانتے ہیں کیا کیا؟ گھر کے سارے دروازوں کو اچھی طرح سے بند کر دیا اور زیب و زینت سے آراستہ ہو کر صریح الفاظ میں یوسفؑ کو فحش کاری کی دعوت دی۔ ''اس عورت نے جس کے گھر میں یوسفؑ تھے، یوسفؑ کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: لو! آ جاؤ'' (یوسف ۲۳)

یوسفؑ جوانی کے دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے اور جوانی ظاہر ہے دیوانی ہوتی ہے۔ غیر شادی شدہ تھے اور اس مدت میں انسان کے اندر بے راہ روی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، دیارِ غیر میں تھے، اہل خانہ کی صحبت سے محروم تھے، نتیجے اور زر خرید غلام بھی تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ بادشاہ لاولد تھا جس سے یوسفؑ کے دل میں طبعی طور پر اقبال مندی کی کلیاں کھلتی رہی ہونگی۔

دوسری جانب زلیخہ ملکہ مصر ہے، حسن و جمال کی پری ہے، سج دھج کر آفت برسا رہی ہے اور دھمکی آمیز کلمات بھی استعمال کر رہی ہے۔

لیکن پھر بھی یوسفؑ عفت و حیا کے پیکر بن جاتے ہیں، زلیخا کی زینت و زیبائش کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اس کے مرتبے اور حسن و جمال کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور اس کی مراقبت کو ذہن میں تازہ رکھتے ہوئے کہتے ہیں ''اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے، اس نے مجھے بہت اچھی طرح رکھا ہے، بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا'' (یوسف ۲۳) یعنی اللہ کی پناہ اس بات سے کہ میں تیری دعوت گناہ پر لبیک کہوں گو کہ تُو نے سارے دروازے بند کر دیا ہے تاہم اللہ کے دروازے کو بند نہ کر سکی ہے جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید سے بھی آگاہ ہے۔

جب یوسفؑ نے دیکھا کہ زلیخہ اپنی آتش شہوت کو بجھانے کے لیے مصر ہے اور مزید پیش قدمی کر رہی ہے تو وہ باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف دوڑے، حسن یوسف پر فریفتہ عورت بھی تیزی سے دوڑی اور انکے قمیص کو زور سے پکڑا جس سے قمیص پھٹ گیا۔

اسی اثناء عزیزِ مصر پہنچ جاتا ہے، چہرے کی کیفیت تاڑ کر اس پر حیرت و استعجاب کا سماں بندھ جاتا ہے، اس کے سمند غیرت کو تازیانہ لگتا ہے...... لیکن ماجرا کیا ہے؟ پتہ نہیں...... اس کی شریک حیات نے خیانت کی یا اس خوبرو نوجوان نے؟...... قبل اس کے کہ حقیقت دریافت کرے، زلیخہ پیکرِ عصمت بن جاتی ہے، شہوت کے شیش محل کو چکنا چور ہوتا دیکھ کر تمام تر ملزم حضرت یوسفؑ کو قرار دیتی ہے اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ سزا کی تجویز بھی کرتی ہے۔

''جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بُرا ارادہ کرے، بس اس کی سزا یہی ہے کہ اُسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے''۔

تفصیل کا موقع نہیں کہنا یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ یوسفؑ کی پاک دامنی ظاہر ہو گئی تھی 'عزیز مصر نے چند مصلحتوں کی خاطر آپ کو حوالۂ زنداں کر دیا۔

ایک زمانہ بعد بادشاہ کے ایک خواب کی تعبیر بتانے پر بادشاہ نے انہیں اپنے دربار میں پیش ہونے کا حکم دیا لیکن یوسفؑ نے نکلنے سے پہلے اپنے کردار کی رفعت اور پاک دامنی کے اثبات کا مطالبہ کیا کہ مجھ پر عائد کیے گئے الزام کی حقیقت کو پہلے واضح کیا جائے۔ چنانچہ زلیخہ گویا ہوئی: ''میں نے ہی اُسے ورغلایا تھا اور یقیناً وہ سچوں میں سے ہے'' (یوسف ۵۱)

اس طرح جب یوسفؑ کی پاک دامنی نکھر کر سامنے آجاتی ہے تو آپ جیل سے نکلتے ہیں اور بادشاہ کے دربار میں پہنچتے ہیں چنانچہ بادشاہ آپ کی قدر کرتا ہے اور وزیر خزانہ کے منصب پر فائز کر دیتا ہے۔

جی ہاں! ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے عفت شعاروں اور پاک دامنوں کو...... عفت و عصمت کی راہ میں ایک شخص نے جس قدر بھی پریشانیاں جھیلی ہو ایک دن اُس پر اللہ کی رحمت ضرور سایہ فگن ہوتی ہے۔

دوستو! عزت و آبرو ایک گنج گرانمایہ ہے، جب دامن عصمت پر دھبہ لگ جاتا ہے تو سب سے پہلے ایک شخص اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے پھر اہل دنیا اُسے حقیر سمجھنے لگتے ہیں اور انکی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔ لہذا وقتی لذت اور عارضی خواہش کے پیچھے اپنی عزت کو داغدار نہ کریں اور ابن سماکؒ کی یہ وصیت ہمہ وقت یاد رکھیں:

''اگر تم چاہو تو میں تجھے تیری بیماری سے باخبر کر دوں اور اگر تم چاہو تو اس بیماری کی دوا بتا دوں: تیری بیماری تیری خواہشات ہیں اور اس بیماری کی دوا خواہشات پر کنٹرول رکھنا ہے''۔ (جاری)

سید عبدالسلام عمری (کویت)

تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کلمۂ شہادت کا اقرار ایک انسان کو کافر سے مسلمان بنا دیتا ہے، جو لوگ اس کلمہ کا دل وجان سے اقرار کرتے ہیں وہ بنیان مرصوص بن جاتے ہیں، اُن کی حیثیت ایسی عمارت کی طرح ہوجاتی ہے جس کی دیواروں کو پختہ اینٹوں سے جوڑ دیا گیا ہو، پھر اس کی ہر دیوار کو ایک دوسری کے ساتھ شیشہ پلا دیا گیا ہو۔

گویا یہ کلمہ عروۃ الوثقیٰ ہے، ایسی مضبوط کڑی جسے تھام لینے کے بعد اب کسی قسم کا اندیشہ باقی نہیں رہتا، یہ کلمہ حبل اللہ المتین ہے، اللہ کی ایسی مستحکم رسی جس سے یقین واذعان کے ساتھ وابستہ ہوجانے کی صورت میں وہ رسی نہ چھوٹ سکتی ہے اور نہ ٹوٹ سکتی ہے۔

یہی وہ کلمہ ہے جس کے ماننے والوں کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے، ان میں برسوں سے چلی آنے والی بت پرستی، مردم خوری، انسانی قربانی، اولاد کشی، جادوگری فوراً دور ہوجاتی ہے۔ پھر وہ قوم نجاست کی جگہ صفائی سیکھ لیتی ہے، شرافت ذاتی اور خود داری حاصل کر لیتی ہے۔ مہمان نوازی اس قوم کا فرض مذہبی بن جاتا ہے۔ شراب نوشی ختم ہوجاتی ہے، جوا متروک ہوجاتا ہے، بے حیائی اور مردوزن کا ناجائز میل جول بند ہوجاتا ہے، عفت وپاکدامنی کو نیک خصلت خیال کیا جاتا ہے، کاہلی کی جگہ محنت حاصل کرلیتی ہے، ذاتی اختیار کی جگہ خدا کا قانون کام کرنے لگتا ہے، انتظام اور پرہیزگاری پھیل جاتی ہے، خاندانی خصومتوں، غلاموں حتیٰ کہ مویشیوں پر بھی بے رحمی کی ممانعت ہوجاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی فرد بشر نے اسلام کا مطالعہ حقائق جاننے اور اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے کیا تو وہ اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر، اپنے والدین، بھائی بہن اور عزیز واقارب کو خیر باد کہہ کر، تمام دھن دولت کو، سامانِ عیش وعشرت کو ٹھکرا کر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

اس پر اسلامی تاریخ گواہ ہے۔ خود حضور اقدس ﷺ کے جانثار صحابہ میں چند کو چھوڑ کر تمام وہ ہیں جنہوں نے اپنے آباؤ واجداد کے دین کو ترک کیا اور دین حنیف کو گلے لگایا جس کے لیے انہیں مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ صحابۂ کرام کے سنہرے دور سے لے کر آج تک کوئی ایسا زمانہ نہیں رہا جس میں حق کے متلاشی امن وسلامتی کے جھنڈے تلے آ کر اپنے آپ کو مامون نہ محسوس کرتے رہے ہوں۔

انہیں حقائق کے متلاشیوں کو جنہوں نے دین حنیف کو سینے سے لگالیا اور اپنے آبائی دین کو جس پر وہ مدت سے کاربند تھے ترک کر دیا 'نومسلم' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دعوتی مسائل میں ایک نازک ترین مسئلہ نومسلموں کا بھی ہے۔ گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو اس مسئلے کے پیچھے مسائل کا انبار ہوتا ہے۔ کچھ مشکلات ومسائل کا پیش آنا فطری ہے جیسے خاندان والوں کی مخالفت اور قوم کی ایذا رسانیاں ...... وغیرہ مگر کچھ مسائل ایسے ہیں جن کا سبب ہم خود مسلمان ہیں۔

نومسلم ٹائٹل

اگر غور کیا جائے تو یہ نومسلم ٹائٹل بذات خود ایک مسئلہ ہے۔ فی نفسہ اس تعبیر میں کوئی غلطی یا قباحت نہیں لیکن غلط یہ ہے کہ یہ ٹائٹل اس کے نام کا لازمی حصہ بن جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص کو اسلام قبول کئے دسیوں سال بیت جاتے ہیں پھر بھی وہ نومسلم ہی رہتا ہے اور اپنے آپ کو نومسلم کے نام سے ہی متعارف کراتا ہے۔

اب بھلا آپ ہی بتایئے ایک انسان اسلام میں داخل ہوگیا، صراط مستقیم پر چلنا شروع کر دیا اور خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا متبع بنالیا تو آخر وہ کب تک نومسلم رہے گا دیکھنے میں آیا ہے کہ زمانہ گزر جاتا ہے مگر اس کو نومسلم کے نام سے پکار کر اس کے مسائل میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس شخص سے اسلام قبول کرنے کے اسباب کی جانکاری اتنی مرتبہ لی جاتی ہے کہ اسے وہ بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ کفر سے اسلام میں آنے والے کو یہ نام دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں تو پھر صحابۂ کرام کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کہ ان میں تقریباً سبھی اپنے آبائی مذہب کو ترک کرکے ہی اسلام میں آئے تھے۔ درحقیقت یہ تعبیر مسلم معاشرے میں اسکے انضمام واختلاط کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اس لیے کہ نومسلم کہنے کے ساتھ ہی ایک طرح کے حجاب کا تصور ذہن میں آتا ہے اور اپنائیت کا احساس نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ خود نومسلم حضرات میں سے بیشتر خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں نومسلم کے نام سے یاد کیا جائے۔

نومسلموں کی تعلیم وتربیت

دعوتی میدان میں دوسرا اہم مسئلہ حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں کی اسلامی طرز پر تعلیم وتربیت کا ہے۔ سیرت نبوی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اسلام قبول کرنے والوں کی تربیت کو کافی اہمیت دیا کرتے تھے۔ اسی کے لیے آپ نے دار ارقم بن ابی الارقم کی شکل میں ایک دعوتی سنٹر قائم کیا جس کے مقاصد میں سے ایک اہم ترین مقصد اسلام قبول کرنے والوں کی تربیت بھی تھا۔ اور جب اسلام کی اولیں کرنیں مدینہ پہنچنے لگیں تو اپنی ہجرت سے پہلے ہی آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ روانہ کردیا کہ وہ وہاں دعوتی مشن کو آگے بڑھائیں اور جو لوگ مسلمان ہورہے ہیں ان کی تربیت کا اہتمام کریں۔

آج ہمارے مسلمان بھائی یہ سن کر تو واقعی خوش ہوتے ہیں کہ فلاں شخص اسلام میں آگیا اور اس کے تئیں اپنے جذبات کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر ان کا یہ جذبہ، یہ اظہار مسرت صرف یہیں تک محدود رہتا ہے کہ اس کی شان میں چند تعریفی کلمات ادا کر دیے جائیں اور کچھ دعائیں دے دی جائیں لیکن جس چیز کی تلاش میں وہ اسلام لایا، جس چیز کی اسکے دل میں تڑپ تھی، جس چیز کی اس کی روح پیاسی تھی یعنی اسلامی تعلیمات، اسلامی عبادات ومعاملات اسلامی اقدار وروایات وغیرہ ان تعلیمات کو اچھی طرح سکھانے کا عام طور پر کوئی نظم نہیں کیا جاتا۔

اللہ جزائے خیر دے ipc کے بانیوں اور ذمہ داروں کو کہ انہوں نے اس کا بھرپور انتظام کیا۔ یہاں نومسلموں کی تعلیم وتربیت کا مکمل بندوبست ہے، انہیں قرآن کریم کی اخلاقی، روحانی اور آفاقی تعلیم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

لہٰذا جذباتیت اور اور ہمدردی جتانے سے کام چلنے والا نہیں ہے بلکہ آج مسلمانوں کو اس بڑی خلا کو پُر کرنا ہوگا تاکہ ان نووارد مہمانانِ رسول کو صحیح اسلامی روح مل سکے اور پھر وہ دنیا میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیں جو پیدائشی مسلم بھی نہ انجام دے سکے ہوں۔ (جاری)

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

دعوت وتبلیغ کے لیے منصوبہ سازی کی اہمیت

انگریزی میں ایک کہاوت ہے:

If we fail to plan, we plan to fail

(اگر ہم منصوبہ سازی نہیں کرتے تو گویا ہم ناکام ہونے کی منصوبہ سازی کرتے ہیں)

آج علمی ترقی کا دور ہے۔ اس دور میں ہم علم کا مقابلہ جہالت سے نہیں کرسکتے۔ اکیسویں صدی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ ہم منصوبہ بندی کا توڑ ظن وتخمین سے نہیں کر سکتے۔

دعوت اسلامی میں منصوبہ سازی کا موضوع نہایت اہم ہے۔ جس طرح ہر پیشہ کے افراد اپنی زندگی اور اپنے کاموں کا منصوبہ بناتے ہیں۔ جیسے تجارت کس چیز کی کریں؟ اپنی صنعت کو کیسے فروغ دیں؟ کارخانہ کہاں لگائیں کہ کم سے کم اجرت پر مزدور مل جائیں اور پیداوار میں بھی اضافہ ہو؟ اسی طرح دعوت اسلامی کے لیے بھی منصوبہ سازی ضروری ہے۔ منصوبہ سازی آج کی دین نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ چونکہ آج کا دور تخصیص (Speciality) کا ہے۔ اس لیے منصوبہ سازی کے لیے الگ ڈیپارٹمنٹ اور وزارت قائم ہے جو کم سے کم لاگت اور کم سے کم وقت میں جدید طریقے سے نتائج حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ اس کے معنی ہوئے کہ کسی بھی عمل کے لیے مستقبل کا ایسا خاکہ بنانا جس میں اپنی بہترین صلاحیتوں کا استعمال کرکے نظم وضبط اور مقررہ ترتیب کے ساتھ کم لاگت، کم قربانی اور کم وقت میں زیادہ سے زیادہ بہتر نتیجہ یا متعینہ مقصد حاصل کیا جاسکے۔ اسی کا نام منصوبہ سازی (Planning) ہے۔ منصوبہ سازی عام طور پر دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ مختصر المیعاد پلاننگ (Short-term Planning)

۲۔ طویل المیعاد پلاننگ (Long-term Planning)

مختصر المیعاد پلاننگ، ایک دن کا ہوسکتا ہے، ایک ہفتہ کا، ایک مہینہ اور ایک سال کا بھی ہوسکتا ہے۔ جب کہ طویل المیعاد پلاننگ پانچ سالہ، سات سالہ، دس سالہ یا پچاس سالہ اور اس سے بھی زیادہ دنوں کا بنایا جاسکتا ہے۔ ہر مالی سال کے اواخر میں اپنی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ ہم نے اس سال کے اپنے مقاصد اور اہداف حاصل کئے یا نہیں؟ ہماری کارکردگی میں کہاں کہاں کمی رہ گئی؟ اس کی تلافی کیسے کی جاسکتی ہے؟ کارکردگی کو بہتر بنانے اور اہداف کو متعینہ وقت پر حاصل کرنے کے لیے کیا تراکیب ہوسکتی ہیں اور آئندہ سال کا لائحہ عمل کیا ہو؟

اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ منصوبہ بندی کے چار مراحل ہوتے ہیں۔ مقصد کا تعین جس کے لیے نقشے اور پلان بنانا ہے۔ دوسرے مرحلہ پر ضروری وسائل اور سرمایہ فراہم کرنا۔ تیسرے مرحلہ پر اصل کام شروع کرنا' جس میں سارے عوامل ایک ساتھ حرکت میں آجاتے ہیں۔ اور جب منصوبہ مکمل ہوجائے تو یہ جانچ پڑتال کرنا کہ آیا منصوبہ کے مطابق کام وقت پر ہوا ہے یا نہیں۔ یہ جانچ اس لیے ضروری ہے کہ آئندہ کام کرنے میں آسانیاں پیدا ہوں۔

اسلام عملی مذہب ہے۔ تصورات پر واقعات کو ترجیح دیتا ہے اور ظن پر حقیقت کو فوقیت دیتا ہے۔ جب دنیا کی حکومتیں، کمپنیاں اور تجارتی ادارے مؤثر اور دوررس نتائج کی حامل منصوبہ بندی کرتے ہیں تو دعوت اسلامی کے کاز میں منصوبہ بندی کی قدر وقیمت پر کیوں کان نہیں دھرتے جس سے ہمیں توقع ہے کہ وہ افراد اور معاشرہ کے مسائل حل کریگا اور فکری، علمی، اجتماعی اور ثقافتی سطحوں پر تبدیلی لائے گا۔ دنیا کے حالات بالعموم اور ہندوستان کے حالات بالخصوص اس بات کی مشار ہیں کہ دعوت دین کے لیے نیا طریقہ، نئی پالیسی اور جدید اسلوب اختیار کئے جائیں جو مدلل، مؤثر، مناسب حال اور مدعو کے نفسیات کے مطابق منظم ومرتب ہوں۔ اسلامی تنظیموں اور دعاۃ کو چاہیے کہ اپنی صلاحیتوں کو شمار کریں، اپنے وسائل کو دھیان میں رکھ کر غیر مسلموں کی صلاحیتوں اور وسائل کا اندازہ کرکے منصوبہ بندی کریں۔ اسلامی منصوبہ بندی میں آرزوؤں اور خوابوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ دعاۃ کی ذمہ داری کام کرنے کی ہے۔ ان کی خوشی کچے پھل توڑ لینے میں نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ توفیق خداوندی کے احساس اور اس کی رضا کی امید میں ہونی چاہیے۔ نتائج ایک دو دن میں سامنے نہیں آتے۔ بعض اوقات آنے والی نسل ہی پھل توڑتی ہے۔

یہاں سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور میں دعاۃ کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت کیوں ہے؟

جواب ہے کہ اس مخصوص دور میں مختلف ذرائع معلومات جیسے اخبارات، ٹی وی، انٹرنیٹ اور جرائد ورسائل کے ذریعہ عوام کی معلومات میں بے انتہا اضافہ ہوگیا ہے۔ کمپیوٹر اور سائنسی ترقی نے ان کی علمی اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا ہے۔

اسلام دشمن گروہ، ماہرانہ اور شاطرانہ طور پر اسلام کے خلاف منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ اور اسلام دشمن کاز کے لیے صف بندی کر رہا ہے۔ ان حالات میں کیا دعاۃ کو دینی وعصری معلومات حاصل کرنے، مطالعہ، تیاری اور دعوتی علاقہ کا سروے کرنے کی حاجت نہیں ہے؟ انہیں لوگوں کی دینی، سماجی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی پس منظر کی واقفیت کی ضرورت نہیں ہے؟ ان کو اسلام دشمن گروہ کے خلاف فکری تیاری اور مناسب حال دلائل کی ضرورت نہیں ہے؟ بخدا اس کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس منصوبہ بندی کے بغیر دعاۃ کی محنت رائیگاں جائے گی اور تنظیموں کا مقصد فوت ہوجائیگا۔

قرآن کریم میں منصوبہ سازی کے لیے واضح الفاظ میں بیان ہے۔ ''اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو' حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو' (النحل ۱۲۵)

اور کہیں ذوالقرنین کی مثال دے کر قرآن مجید میں بتایا گیا کہ اس نے منصوبہ سازی کے لیے فلاں طریقہ اختیار کیا

''اور ہم نے اسے ہر قسم کے اسباب وسائل بخشے تھے''۔

چنانچہ اس نے (ایک مہم کا) سروسامان کیا'' یعنی منصوبہ بندی کی (الکہف: ۸۴۔۸۵) (جاری)

اسلام دشمن گروہ، ماہرانہ اور شاطرانہ طور پر اسلام کے خلاف منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ اور اسلام دشمن کاز کے لیے صف بندی کر رہا ہے۔ ان حالات میں کیا دعاۃ کو دینی و عصری معلومات حاصل کرنے، مطالعہ، تیاری اور دعوتی علاقہ کا سروے کرنے کی حاجت نہیں ہے؟ انہیں لوگوں کی دینی، سماجی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی پس منظر کی واقفیت کی ضرورت نہیں ہے؟ ان کو اسلام دشمن گروہ کے خلاف فکری تیاری اور مناسب حال دلائل کی ضرورت نہیں ہے.....؟
بخدا اس کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس منصوبہ بندی کے بغیر دعاۃ کی محنت رائیگاں جائے گی اور تنظیموں کا مقصد فوت ہوجائے گا۔

بتاؤں جنہیں پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تمہارا غم دور کردے گا اور تمہارا قرض ادا کردے گا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول (ضرور بتائیے؟!) آپ نے فرمایا: صبح شام یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَ الْعَجْزِ وَ الْکَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّیْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ "اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں: رنج وغم سے، عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بخیلی سے، قرض میں ڈوبنے سے اور لوگوں کے غلبہ اور تسلط سے"۔ (بخاری، ابوداود، ترمذی)

۲۔ علی بن ابی طالب ؓ کے پاس ایک مکاتَب (وہ غلام جو اپنے آقا کو ایک متعین قیمت دے کر آزاد ہونے کا معاملہ طے کرلیتا ہے) آیا اور کہنے لگا: میں اپنی کتابت سے عاجز آگیا ہوں لہذا آپ میری مدد فرمائیں، علی ؓ نے فرمایا: کیا میں تمہیں چند ایسے کلمات نہ بتاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھایا ہے، اگر تم پر ثَبِیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تم سے ادا کردے گا۔ تم یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ (ترمذی: حسن) "اے اللہ تو مجھے اپنی حلال (روزی) کے ذریعہ حرام (روزی) سے بے نیاز کردے اور اپنے فضل اور نعمت کے ذریعہ دوسروں کی محتاجی سے بچالے"۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ رات کو سونے سے قبل اللہ تعالیٰ کے چار اہم ترین اسمائے حسنیٰ کے وسیلہ سے قرض کی ادائیگی کے لیے دعا فرماتے، وہ دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَ اَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَ اَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔

"اے اللہ! تو ہی اول ہے، پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، تو ہی آخر ہے پس تیرے بعد کوئی چیز نہیں، تو ہی ظاہر ہے پس تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے پس تیرے ورے کوئی چیز نہیں۔ ہم سے قرض ادا کردے اور ہمیں فقر اور غریبی سے غنی اور بے نیاز کردے" (مسلم، احمد)

اگر مقروض ادائیگیٔ قرض میں کوشاں ہو......

اگر مقروض کی نیت اچھی ہے اور قرض کی ادائیگی میں کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے، اس کی مشکل آسان کردیتا ہے اور اس کی تنگی کو کشادگی میں بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴾۔ (الطلاق: ۴)۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے (ہر) کام کو آسان کردے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر بندہ اپنے قرض کی ادائیگی میں مخلص اور سچا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے"۔ (احمد۔ صحیح)

ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے لوگوں کا مال بطور قرض لیا اور اس کی نیت اس کو ادا کرنے کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سے اس کا قرض اتار دیتا ہے"۔ (بخاری)

قرض لے کر ادا نہ کرنے والا

- قرض کی ادائیگی میں جس کی نیت سچی نہ ہو، اور ادائیگی کی کوشش نہ کرے تو اس کے مال کی برکت ختم ہوجاتی ہے، وہ دنیا وآخرت میں نقصان اٹھاتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص لوگوں کا مال بطور قرض لے اور اسے ہڑپ کرکے نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نقصان اسی پر ڈال دے گا"۔ (بخاری)۔
- طاقت رکھنے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والا ظالم ہے: ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ۔ "صاحب حیثیت کا قرض کی ادائیگی میں بہانے بنانا اور ٹال مٹول کرنا ظلم ہے"۔ (بخاری، مسلم)
- قرض ادا نہ کرنے والا اللہ کے نزدیک چور ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص قرض لیتا ہے اور طے کرتا ہے کہ اسے ادا کرنا نہیں ہے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ چور ہے"۔ (صحیح ابن ماجہ)۔
- وقت پر مزدور کی مزدوری ادا نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول کرنا بھی قرض ہے بلکہ ان کمزوروں پر کھلا ظلم ہے، اس قسم کی بلاء میں مبتلا ہونے والے کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور جلد از جلد لوگوں کا حق ادا کرکے اپنی ذمہ داری سے بَری ہوجائے کیونکہ موت دستک دے کر نہیں آتی، اگر ٹال مٹول میں موت آجائے تو بندوں کا یہ حق اس کی گردن پر باقی رہ جائے گا، جس کی خطرناکی سے نبی کریم ﷺ نے مذکورہ احادیث میں ڈرایا ہے۔

قرض خواہ کے لیے چند نصیحتیں

اسلام نے جہاں قرض دار کو جلد از جلد قرض ادا کرنے پر ابھارا ہے، وہیں قرض خواہ کو بھی مہلت دینے یا بالکل معاف کردینے کی ترغیب دی ہے اور اس پر بڑے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے فراخی تک مہلت دو اگر اس کا قرض معاف کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو"۔ (البقرۃ: ۲۸۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، وہ اپنے خادم سے کہتا کہ تنگ دست کے پاس (قرض کی وصولی کے لیے) جاؤ تو اس کو معاف کردو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف فرمادے، چنانچہ مرنے کے بعد جب وہ اللہ کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے معاف فرمادیا"۔ (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کے قرض کا بوجھ اتار دے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی سختیوں سے نجات عطا فرمائے گا"۔ (مسلم)

ادائیگیٔ قرض کے بعض آداب

ضرورت کے وقت قرض لینا اور دینا دونوں مستحب ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خود قرض لیا ہے۔ اور قرض دینا دراصل ضرورت مند کی مدد کرنا ہے۔ اسلام نے اس کے جہاں بہت سے احکام بتائے ہیں وہیں آداب کی طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے، ان میں سے بعض آداب یہ ہیں:

- قرض کی مقدار، نوعیت اور ادائیگی کا وقت لکھ لیا جائے اور اس پر دو گواہ بھی متعین کرلیے جائیں تاکہ جھگڑے اور اختلافات سے بچا جاسکے۔ (البقرہ: ۲۸۲)۔
- قرض کے بدلے قرض خواہ کے پاس کوئی مناسب چیز رہن میں رکھے، اس لیے کہ رہن حسن نیت کی دلیل ہے کہ قرضدار اپنے قرض کی ادائیگی میں سنجیدہ ہے۔
- ہر وہ قرض جو قرض خواہ کے لیے فائدہ کا سبب بنے وہ سود ہے حتی کہ سلف صالحین قرض دار کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کے گھر کے سایہ میں چلنے اور بیٹھنے سے بھی پرہیز کرتے تھے۔
- قرض ادا کرتے وقت قرض خواہ کا شکر ادا کرے اور اس کے حق میں برکت کی دعا کرے اور یوں کہے: بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِيْ اَهْلِکَ وَ مَالِکَ۔ "اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آپ کے اہل وعیال اور آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے"۔ (صحیح ابن ماجہ)

جو مقروض نہیں

جس پر قرض نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ اللہ نے اُسے اس بلاء سے بچائے رکھا ہے اور ایک مسلمان کو چاہیے کہ سخت مجبوری کے بغیر قرض لینے کی جرأت نہ کرے تاکہ اس کے انجام بد سے محفوظ رہ سکے عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے آپ کو خوف میں نہ ڈالو امن وسکون کے بعد، صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ! یہ کونسی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: قرض"۔ (احمد: حسن) یعنی قرض لینے میں جلد بازی نہ کرو کیونکہ اس کا انجام برا ہے جو تمہارے سکون کو ختم کرکے تمہیں خوف میں مبتلا کردیتا ہے۔

حافظ عبدالحفیظ عمری مدنی (کویت)

قرض: دن کی ذلت اور رات کی پریشانی

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو قرض لینے سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں اس سے ڈرایا ہے:

1۔ قرض ایک معصیت ہے: جس سے نبی کریم ﷺ روزانہ ہر فرض اور نفل نماز میں تشہد کے دوران پناہ مانگتے تھے: (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَ الْمَغْرَمِ)۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں گناہ سے اور قرض سے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ اتنا زیادہ قرض سے کیوں پناہ طلب کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَ وَعَدَ فَاَخْلَفَ ۔ آدمی جب مقروض ہوجاتا ہے تو بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

2۔ آپ ﷺ اسلامی فتوحات سے قبل اُس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جو قرض چھوڑ کر مرجاتا:

سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ آیا صحابہ نے آپ سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی، آپ نے پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، پھر ایک دوسرا جنازہ آیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ نے کہا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے (جس سے اس کے قرض کی ادائیگی ہوسکے)؟ صحابہ نے جواب دیا: تین دینار چھوڑا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، پھر ایک تیسرا جنازہ آپ کے پاس لایا گیا، آپ نے پوچھا کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: اس پر تین دینار قرض ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟ صحابہ نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ خود اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو....." (بخاری)

3۔ جو مسلمان قرض چھوڑ کر مرجائے تو اس پر عذاب قبر کا بھی اندیشہ ہے:

ایک بار ابوقتادہ ؓ نے ایک میت کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرلی، تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، دوسرے دن آپ نے ان سے پوچھا کیا اس کا دو دینار قرض ادا کردیا؟ تو انہوں نے کہا اے اللہ کے

رسول وہ تو کل ہی مرا ہے، پھر دوسرے دن ان سے آپ کی ملاقات ہوئی تو پوچھا: دو دینار قرضہ کا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ میں نے انہیں ادا کردیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اب اس کی جلد ٹھنڈی ہوگئی" (ترمذی، ابوداود)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "مومن کی جان اس کے قرض کی وجہ سے معلق (رہن میں) ہوتی ہے یہاں تک کہ اسے ادا کردیا جائے"۔ (احمد، ترمذی)

4۔ قرض کا معاملہ بہت خطرناک ہے، یہ بندوں کا حق ہے، جس کی ادائیگی واجب ہے، اس کے بغیر کسی کی مغفرت نہیں ہوتی حتیٰ کہ شہید جس کی موت اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، اس کے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں لیکن اگر وہ قرض چھوڑ کر شہید ہوجائے تو اس کو بھی معاف نہیں کیا جاتا:

ابوقتادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں اللہ کے راستے میں صبر کرتا ہوا، اجر وثواب کی نیت سے، (ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کی طرف) آگے بڑھتے ہوئے پیٹھ پھیرے بغیر شہید ہوجاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہ بخش دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جب وہ واپس جانے لگا تو آپ ﷺ نے اُسے بلا کر فرمایا: "قرض کے سوا (سارے گناہ بخش دے گا)، کیونکہ جبرئیل نے (مجھے) اسی طرح بتایا ہے"۔ (مسلم)

5۔ جنت میں داخلہ بھی اس کی ادائیگی پر موقوف ہے:

محمد بن جحش ؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا پھر اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھا اور فرمایا: سبحان اللہ یہ کیسی سختی نازل ہوئی ہے؟ ہم خاموش ہوئے اور سہم گئے، پھر دوسرے دن ہم نے پوچھا یارسول اللہ وہ کیا سختی ہے جو نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ سختی قرض کے بارے میں ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی اللہ کے راستے میں قتل ہوجائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل ہو پھر زندہ کیا جائے پھر قتل ہو اور اس پر قرض ہے تو بھی وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے"۔ (نسائی: حسن)۔

سعد بن اطول ؓ کہتے ہیں کہ میرا بھائی انتقال کرگیا، اس نے تین سو دینار ترکہ اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے، میں نے ان بچوں پر خرچ کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے (جنت سے) روک لیا گیا ہے، جاؤ! اس کی جانب سے قرض ادا کردو۔ میں گیا اور اس کا قرض ادا کردیا۔ پھر آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اس کا تمام قرض ادا کردیا، صرف ایک عورت باقی رہ گئی ہے جو دو دینار کا دعویٰ کررہی ہے لیکن اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے بھی دے دو وہ سچی ہے"۔ (احمد، صحیح الترغیب)۔

قرض دار اپنی محتاجی اللہ کے سامنے رکھے

قرض دار محتاج ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنی محتاجی اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھے، وہ قابل رحم ہے لہٰذا ارحم الراحمین سے اپنے لیے رحمت طلب کرے، قرض ایک معصیت ہے اس لیے کہ اس سے فکر، رنج وغم، محنت اور کمائی سے عاجزی، سستی، بزدلی اور بخیلی جیسی نفسیاتی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں لہٰذا اس سے چھٹکارے کے لیے اللہ کی پناہ طلب کرے اور ماثور دعاؤں کا بھی اہتمام کرے، ان دعاؤں میں سے چند دعائیں یہ ہیں:

ا۔ ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں داخل ہوئے تو انصار کے ایک شخص کو دیکھا جن کا نام ابوامامہ تھا وہ مسجد میں بیٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوامامہ! اس وقت مسجد میں کیوں بیٹھے ہو جبکہ اب نماز کا وقت نہیں ہے؟! انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! رنج وغم چھٹے ہوئے ہیں اور قرض کا بوجھ سر پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں چند ایسے کلمات نہ

(1) احباب واعزاء، اولاد واقارب کی موت پر رسول اکرم ﷺ کی مبارک آنکھیں اشکبار ہوجاتیں، آپ ﷺ اپنے سب سے چھوٹے فرزند حضرت ابراہیم ؓ کی وفات کے وقت موجود تھے، بچہ موت کی تکلیف سے دوچار تھا، ان کی سانسیں ٹوٹ رہی اور نبضیں ڈوب رہی تھیں، آپ ﷺ اس المناک منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، اور اپنے پیارے بچے کو گود میں لیے ہوئے فرما رہے تھے: إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ ، وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يُرْضِيْ رَبَّنَا ، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ترجمہ: ''آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے، لیکن زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو خوش کرنے والی ہو، اے ابراہیم! ہم آپ کی جدائی پر نہایت رنجیدہ ہیں''۔ (بخاری)

(2) حضرت عمر ؓ جب کسی کو زبان سے واویلا کرتے ہوئے دیکھتے تو اسے ڈنڈے اور پتھر سے مارتے، اور اس پر خاک جھونکتے تھے۔ (بخاری:۱۲۲۶)

(3) جب سیدنا عمر ؓ کو سیف اللہ سیدنا خالد بن ولید ؓ کے انتقال کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: عورتوں کو ابوسلیمان (سیدنا خالد بن ولید ؓ) پر رونے دو، جب تک کہ وہ خاک نہ اڑائیں، اور چلائیں نہیں'' (بخاری)

اولاد پر صبر کا انعام

اولاد والدین کے دل کا پھل ہوتی ہے اور انسان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ مرحلہ اولاد کی موت کا ہوتا ہے، بسا اوقات صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، ایک عورت کو رسول کریم ﷺ نے اپنے بچے کی قبر پر آہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا، کہنے لگی: ''آپ مجھ سے ہٹ جائیں' کیونکہ آپ کو مجھ جیسی مصیبت کا پالا نہیں پڑا''۔ آپ ﷺ وہاں سے چل دیے، بعد میں کسی نے اس عورت کو خبر کیا کہ تو نے جس کے ساتھ گستاخی سے بات کی ہے وہ اللہ کے رسول تھے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اب میں صبر کرتی ہوں آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى پہلے ہی صدمہ پر صبر کرنے کا نام صبر ہے''۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی بندے کا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے: ''تم نے میرے بندے کے بچے کی جان لے لی؟'' وہ کہتے ہیں ''ہاں'' پھر فرماتا ہے: ''تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا؟'' وہ کہتے ہیں: ''ہاں'' پھر فرماتا ہے: ''میرے بندے نے کیا کہا؟'' وہ کہتے ہیں: ''اس نے تیری تعریف کی اور إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو''۔ (ترمذی)

میت پر سوگ کی مدت

رسول اکرم ﷺ نے میت پر سوگ کے ایام بھی متعین فرمادیے ہیں، اگر کسی عورت کا شوہر وفات پاجاتا ہے تو اس کے لیے چار ماہ دس دن کی مدت مقرر کی گئی ہے، سوگ کا مطلب یہ نہیں جیسا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اس ساری مدت کو روتی دھوتی گذارے، بلکہ یہ ہے کہ وہ اس مدت میں آرائش وزیبائش نہ کرے، نیا کپڑا نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے، اور خوشی کی محفلوں میں شریک نہ ہو۔ اس طویل مدت کی دو وجوہات ہیں:

- بیوی شوہر کے خلوت وجلوت کی رازدان ہے، اور یہ وہ شخصیت ہے جو کہ اس مرحوم سے سب سے زیادہ قریب تھی، اس لیے محبت ووفا کا تقاضہ ہے کہ وہ اس طویل عرصہ تک حالت سوگ میں گذارے، اس مدت کے اختتام پر اسے اجازت ہے کہ اگر وہ دوسری شادی کرنی چاہے تو کرلے۔
- دوسرا سبب یہ معلوم کرنا ہے کہ کہیں عورت کے رحم میں بچہ تو پرورش نہیں پارہا ہے، اور عدت کی اس مدت میں اس کی بھی وضاحت ہوجائے گی، اگر پتہ چلے کہ عورت حاملہ ہے تو پھر اسے وضع حمل تک انتظار کرنا چاہیے۔ سوگ کی اس مدت میں یہی حکمت پوشیدہ ہے۔

بیوی کے سوا اور کسی مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے جیسا کہ زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہیں: جب ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ کو ان کے والد محترم سیدنا ابوسفیان ؓ کے انتقال کی خبر ملک شام سے آئی، تو تیسرے دن آپ نے خوشبو منگوائی اور اپنے چہرے اور بانہوں پر اسے ملا اور پھر فرمانے لگیں: مجھے خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا ''جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے کسی مُردے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے بیوی کے جو اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ منائے گی'' (بخاری)

اظہارِ غم کے نمائشی طریقے

زمانۂ جاہلیت میں غم منانے کی مختلف شکلیں موجود تھیں، جن میں سے اکثر فطری طریقوں سے ہٹی ہوئی تھیں، چلا چلا کر مخصوص لے میں گا گا کر رونا، بین بجانا، سر کے بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑ لینا، سر پر خاک ڈالنا، سر منڈوالینا، جنازے کے ساتھ آگ لے کر چلنا، اور نوحہ خوانی کرنا وغیرہ وہ نمائشی طریقے تھے جو حزن وملال کے اظہار کے لیے رواج پاگئے تھے۔

یہی صورت حال آج بھی کچھ مخصوص ایام میں برابر برقرار ہے، بس فنکاروں نے فنکاراؤں کی جگہ لے لی ہے، مخصوص لے کے ساتھ آنسوؤں کی جھڑی، اور مخصوص وضع کے ساتھ سینہ کوبی (جس سے مچھر بھی شاید ہی مرے) اور آخر میں سب حاضرین کی بریانی سے تواضع، اب بھی جاری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بددعا

یہی وہ لوگ ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی، سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی عورتوں اور اس نوحہ کو سننے والیوں پر لعنت بھیجی ہے،، (ابوداؤد، احمد)

جو لوگ اپنے ورثاء کو نوحہ کرنے کی وصیت کر جاتے ہیں تو ان کی اس وصیت کی وجہ سے انہیں قبر میں عذاب دیا جائے گا، سیدنا مغیرہ بن شعبہ ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس پر نوحہ کیا جائے اس پر نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے'' (بخاری ۱۲۱۳)

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا شخص ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے، جو مصیبت کے وقت گالوں پر تھپڑ مارے، گریبان چاک کرے، اور جاہلیت میں جس طرح واویلا مچایا جاتا تھا اس طرح واویلا مچائے''۔ (بخاری: ۱۳۲۰)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ہر مصیبت وآفت اور رنج وغم سے محفوظ رکھے۔ آمین

محمد انور محمد قاسم سلفی (کویت)

اسلام میں رنج وغم کے آداب

خوشی اور غم زندگی کے ساتھی

انسان کے لیے خوشی ومسرت اور رنج وغم دو ایسے ساتھی ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے جاتے رہتے ہیں، بندۂ مومن ان دونوں متضاد حالتوں میں بھی یکساں اور اللہ تعالی کی جانب سے ماجور رہتا ہے، نہ وہ خوشی میں مست ہوکر جھومنے لگتا ہے اور نہ ہی مصیبت میں آپے سے باہر ہوکر چیختا چلاتا، دامن پھاڑتا اور سینہ کوٹتا ہے۔

بقول بہادر شاہ ظفرؔ

ظفرؔ اسے آدمی نہ جانیے گا
ہو کتنا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

نہ وہ خوشی میں جامے سے باہر ہوتا ہے اور نہ ہی حزن وملال میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتا ہے، بلکہ اس کا معاملہ نرالا ہی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت صہیب بن سنان ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ ہی نرالا ہے، اسکا ہر کام اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اور یہ صرف مومن کے لیے ہی ہے، جب اسے کوئی خوشی لاحق ہوتی ہے تو رب العالمین کا شکر ادا کرتا ہے، جسمیں اس کے لیے بھلائی ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے جو اس کے لیے باعث خیر ہے''۔ (مسلم)

ایمان کے مطابق آزمائش

بندۂ مومن کو اللہ تعالی اس کے ایمان کے مطابق آزماتے رہتے ہیں، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''انسانوں میں سب سے زیادہ آزمائش سے انبیاء دوچار ہوئے، پھر وہ لوگ جو ایمان میں ان سے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں''۔ (ترمذی)

اور اللہ تعالی کی اپنے نیک بندوں کے لیے یہ سنت ازل سے ہی رہی ہے کہ وہ دین پر ثابت قدم اور متزلزل، مومن اور منافق، جنت کے مستحق اور غیر مستحق لوگوں کو جانچنے کیلئے انہیں آزماتا رہتا ہے۔ جیسا کہ فرمان ہے:

''کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے، حالانکہ تم پر وہ حالات نہیں گذرے جو تم سے پہلے والے لوگوں کو پیش آئے، انہیں سختیاں اور تکلیفیں لاحق ہوئیں، اور اس طرح جھنجھوڑ دئے گئے کہ اللہ کے رسول اور مومنین پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو! اللہ کی مدد قریب ہے''۔ (بقرہ:214)

ہمیشہ سے ایمان میں سچے بندوں پر آزمائشیں آتی رہی ہیں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''اللہ کے اولیاء کے لیے آزمائشیں ایسی ہی ہیں، جیسے سونے کے لیے آگ ہے، سونے کو جتنا آگ میں تپایا جائے اس سے وہ اتنا ہی خالص اور کھرا ہوجاتا ہے''۔ (مناقب احمد بن حنبل)

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، انہیں چھوڑ دیا جائے گا، اور وہ آزمائش میں نہیں ڈالے جائیں گے، اور ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمائش میں ڈالا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں، پس اللہ یقیناً صادق الایمان لوگوں کو جانے گا اور انہیں بھی جانے گا جو دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں''۔ (عنکبوت:2)

مومن کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ جو بھی خوشی یا غم لاحق ہوتا ہے وہ اللہ کی جانب ہے، اور اسے بھی اسکی طرف لوٹ کر جانا ہے، ارشاد ربانی ہے:

''اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے، کچھ خوف وہراس اور بھوک سے، اور مال وجان اور پھلوں میں کمی سے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے، جنہیں جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو بے شک اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ایسے ہی لوگوں پر اللہ کی نوازشیں اور رحمت ہوتی ہے اور یہی لوگ سیدھی راہ والے ہیں''۔ (بقرہ:155-157)

وہی ہوتا ہے جو تقدیر میں ہے

مصیبت کے وقت بجائے رونے پیٹنے کے مومن کا اعلان ہوتا ہے: ﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ترجمہ: ''فرما دیجئے: ہمیں وہی مصیبت آئے گی جو اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھ رکھا ہے، وہی ہمارا آقا ہے، اور مومنوں کو صرف اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے''(توبہ:51)

وہ اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر پر ایمان رکھتا ہے، جسے اس نے آسمان اور زمین کو بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ رکھا ہے، جو کچھ اسے ملا اسی کی وجہ سے ملا ہے، اور جو نہیں ملا اسی وجہ سے نہیں ملا کہ وہ اس کے لیے بنایا ہی نہیں گیا تھا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

''میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں کچھ باتیں سکھاتا ہوں: تم اللہ تعالی کو یاد رکھو (اس کے حقوق اور احکامات پر عمل کر کے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچ کر) تو وہ تمہیں یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم کچھ مانگو تو اللہ تعالی سے ہی مانگو، جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ اگر ساری قوم مل کر بھی تمہیں کسی چیز کا فائدہ کرنا چاہے تو تمہارا اتنا ہی فائدہ کرسکتی ہے جتنا کہ اللہ نے تمہارے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ اگر ساری قوم مل کر بھی تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو اتنا ہی پہنچا سکتی ہے جتنا کہ اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ رکھا ہے، تقدیر لکھنے والے قلم اٹھالے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے''۔ [جو ہونا تھا وہ لکھ دیا گیا اب اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی] (ترمذی)

اظہارِ غم کا فطری طریقہ

انسان کو اس دنیا میں عزیز واقارب کی موت، احباب واعزاء کی جدائی، مال تجارت میں نقصان، حادثات میں جان ومال کا زیاں وغیرہ جیسے رنج وغم سے پالا پڑتا ہی رہتا ہے، اور اس سے انسان کے دکھوں میں بے حد اضافہ ہوجاتا ہے، اسلام نے ایسی حالت میں فطری طریقے پر اظہار غم کی اجازت دی ہے اور غم کا فطری طریقہ یہ ہے کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہوں اور دل میں صدمہ اور حزن وملال ہو۔ یہ رحمت وشفقت اور انسانیت کی ایک دلیل بھی ہے، کیونکہ رنج وغم پر اظہار مسرت کرنا پاگلوں کا کام ہے۔

عفوعام

عفو ودرگزر آنحضرت ﷺ کا امتیازی وصف تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپؐ نے کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ نہیں لیا (بخاری) اورنہ ہی کسی کی برائی کا بدلہ برائی سے دیا (ترمذی) حتی کہ آنحضورؐ نے دشمن جاں کو بھی بخش دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوے سے واپسی میں ایک درخت کے نیچے استراحت فرما ہوئے، آپ نے اپنی تلوار درخت سے لٹکادی۔ ہم لوگ بھی کچھ دوری پر آرام کررہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی، آپ ﷺ ہمیں بلارہے تھے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک بدو بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں سورہا تھا کہ اس شخص نے میری تلوار کھینچ لی، میں فوراً بیدار ہوا، دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار بے نیام ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: ''اللہ'' (یہ سننا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور میں نے اسے اٹھالیا) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے اس سے بدلہ نہیں لیا۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ عفوودرگزر صرف نجی زندگی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ نے عفو عام کا مظاہرہ اس وقت بھی کیا جب آپؐ اسلامی ریاست کے ذمہ دار اعلیٰ تھے۔ مکہ کے شریروں کو کون نہیں جانتا جنھوں نے تقریباً ۱۹ سالوں سے آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کا عرصۂ حیات تنگ کررکھا تھا۔ جن کی وجہ سے انہیں ہجرت کے تلخ ترین دور سے گزرنا پڑا اور وہ بدر وحنین جیسے معرکہ ہائے سخت جان سے دوچار ہوئے۔ یہ اپنی ان غیر انسانی حرکتوں کے سبب اخلاقاً کسی رعایت کے مستحق نہ تھے، دنیا کا سارا قانون انہیں مجرم قرار دے چکا تھا لیکن فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے انہیں معاف کردیا اور فرمایا: ''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ! تم سب آزاد ہو۔'' (ابن ہشام)

متوازن اور باغ وبہار شخصیت

حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک درخشاں وتابناک پہلو توازن واعتدال پسندی ہے۔ آپ نے عبادات ہو یامعاملات ہر باب میں ہمیشہ متوازن اور آسان راہ اختیار فرمائی۔ آپ کے شوق عبادت کی کیفیت یہ تھی کہ رات میں لمبے قیام کی وجہ سے پائے مبارک متورم ہوجاتے۔ زبان اقدس ہر گھڑی یادالٰہی میں زمزمہ سنج ہوتی۔ روزے کا بھی اہتمام تھا، فقر وفاقہ کے تکلیف دہ مراحل سے بھی گزرے لیکن اس سب کے باوجود آپ کو تقشف ورہبانیت بھی پسند نہیں تھی۔ آپ نے شادیاں بھی کیں، مخلوقات خدا سے تعلقات بھی استوار کیے، ابتدائی ایام میں خود بھی تجارت سے شغل فرمایا اور صحابہ کو بھی تجارت اور کسب حلال کی تلقین کی، آپ نے فرمایا:

''ہاتھ کے کام سے بہتر انسان کی کوئی روزی نہیں، اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے''۔ (بخاری)

اگر آنحضرت ﷺ کی مبارک محفل میں پرسوز نصیحتوں کے سبب آنسوؤں اور سسکیوں کا سماں بندھ جاتا تو آپ کی شگفتہ مزاجی اور خوش طبعی سے مجلس رشک گلزار بھی بن جاتی۔ ایک مرتبہ ایک ضعیفہ خدمت رسالت میں حاضر ہوئی کہ حضور اس کے لیے جنت کی دعا کردیں ارشاد ہوا: ''بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی''۔ ضعیفہ کو بہت ملال ہوا اور روتی ہوئی واپس چلی آئی، آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ ''اس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں ضرور جائیں گی مگر جوان ہوکر''۔ (ترمذی)

امن عالم

رسول اللہ ﷺ آغاز شباب ہی سے امن پسند، صلح جو اور حق کے طرف دار تھے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ مکہ میں قیام امن اور مظلوم کی دادرسی وحمایت کے لیے 'حلف الفضول' کے نام سے ایک کمیٹی بنی۔ رسول اللہ ﷺ اس میں شریک تھے۔ حالانکہ آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال سے زائد نہ تھی۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر (جہاں حلف الفضول قائم ہوئی تھی) ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی پسند نہیں اور اگر دور اسلام میں اس عہد وپیمان کے لیے بلایا جاتا تو میں لبیک کہتا۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ ﷺ کی عمر تینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ شریف کی تعمیر نو کی۔ حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کے مسئلہ پر تنازعہ ہوگیا۔ ہر قبیلہ خود کو اس شرف کا حق دار سمجھ رہا تھا۔ قریب تھا کہ کشت وخوں کی نوبت آجائے لیکن رسول اللہ ﷺ کی کمال فراست نے اس آگ کو بجھادیا (ابن ہشام)

آنحضرت کی نگاہ میں انسانی جان کی اس قدر اہمیت تھی کہ آپ نے قتل ناحق کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔ (بخاری ومسلم) حتی کہ ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل بتایا (المائدہ:۳۲) خطبہ حجۃ الوداع میں انسانی جان کو

آنحضرت کی نگاہ میں انسانی جان کی اس قدر اہمیت تھی کہ آپ نے قتل ناحق کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔ (بخاری ومسلم) حتی کہ ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل بتایا (المائدہ:۳۲)

محترم قرار دیتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

''لوگو! تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے۔ جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے''۔ (ابن ہشام)

آزادیٔ رائے وضمیر

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا اس حقیقت سے ناآشنا تھی کہ آزادیٔ رائے وضمیر انسان کا بنیادی حق ہے اور یہ کہ وہ جس مذہب اور فکر وفلسفہ کو چاہے اختیار کرسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ حقوق انسانی کی بات کہی اور دنیا کو یہ تعلیم دی کہ دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ (البقرہ:۲۵۶) آپ کو یہ ہرگز پسند نہ تھا کہ دین وعقیدہ کے معاملے میں تشدد کی راہ اختیار کی جائے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک یہودی نے سربازار کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، ایک صحابی یہ کھڑے سن رہے تھے، ان سے رہا نہ گیا، انہوں نے پوچھا کیا محمد ﷺ پر بھی۔ اس نے کہا ہاں، یہ سن کر صحابیِ رسول نے غصے میں اسے تھپڑ رسید کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو ان صحابی پر برہمی کا اظہار فرمایا (بخاری) آپ کی تعلیم یہ بھی تھی کہ کسی کے مذہبی پیشوا کو برا بھلا مت کہو (انعام:۱۰۸) اس سے آپس میں نفرتیں جنم لیتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دلوں کو جوڑنے کے لیے آئے تھے آپ کی انتہائی آرزو تھی کہ لوگ قبیلہ، زبان، ملک اور مذہب کے ناروا حصاروں سے نکل کر وحدت انسانی کی حسین لڑی میں پروجائیں۔ چنانچہ آپ نے اہل کتاب کو دعوت دی کہ جو قدریں ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں ان پر متحد ہوجاؤ (آل عمران:۶۴)

اسی طرح آنحضرت ﷺ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو یہود ومشرکین مدینہ کے ساتھ پرامن تعایش باہمی (Peaceful co-existence) کا معاہدہ کیا اور سب کو ایک قوم (Nation) قرار دیا۔ (ابن ہشام) بلاشبہ سیرت طیبہ کا یہ وہ روشن پہلو ہے جس کو سامنے رکھ معاصر دنیا آج کے تکثیری معاشرے (Plaural Socity) میں بھی امن وسکون کی دولت سے متمتع ہوسکتی ہے۔

محمد شیث ادریس تیمی

دورِ حاضر میں مطالعۂ سیرت کی اہمیت

آیئے ذرا ہم مطالعۂ سیرت کے عام انسانی گوشوں پر غور کریں کہ انسانی نقطۂ نظر سے عصر حاضر میں سیرت نبوی کے مطالعہ کی کیا اہمیت وافادیت اور معنویت ہے، حقیقت یہ ہے کہ جہاں مطالعۂ سیرت مسلمانوں کے لیے ایمانی فریضہ ہے وہاں عام انسانوں کے لیے بھی ایک انسانی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کا ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کا دشمن ہے، کیوں کہ نوع انسانی میں مرد کامل اور انسانیت کا سب سے بڑا بہی خواہ اگر کوئی ہے تو وہ ذات رسالت فداہ ابی وامی کی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، اتباع کرے یا نہ کرے لیکن بہر حال اُس کے لیے یہ جان لینا ازحد ضروری ہے کہ ہر پہلو سے کامیاب وکامران اور ہر اعتبار سے مکمل انسان کیسا ہوتا ہے؟ عقل کل کی صحیح تعبیر کیا ہو سکتی ہے؟ ہر زمانے میں کیسے انسان کی معنویت برقرار رہ سکتی ہے؟ اور کس کی زندگی ہر دور میں انسانیت کے لیے مشعل راہ بن سکتی ہے؟

معاصر دنیا پر ایک نظر

یہ سائنس اور ٹکنالوجی کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں دنیا نے کافی ترقی کی ہے، ہر روز نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں اور ایجادات سامنے آرہی ہیں۔ انفارمیشن ٹکنالوجی کی برق رفتاری نے دنیا کو ایک گاؤں بنا دیا ہے، مادیت کا سیلاب ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا، جدھر دیکھو سامان عیش ونشاط کی فراوانی ہے، شہر تو شہر اب دیہات بھی رفتہ رفتہ جدید سہولیات سے آراستہ ہو رہے ہیں، سوائے ایک انسانیت کی بستی کے، کہ جسے اجڑے ہوئے طویل عرصہ بیت چکا ہے۔ اخلاق وروحانیت کہیں اور جا کر بس گئی ہے۔ اخوت وبھائی چارے کا چمن ویران پڑا ہے۔ امن وشانتی کے عنادل خوش نوائی کو ترس گئے ہیں۔ حقوق انسانی ازبچۂ اطفال بن کر رہ گئے ہیں۔ ہر طرف دہشت و سراسیمگی چھائی ہوئی ہے۔ انسان خود اپنے ابنائے نوع سے خوف زدہ ہے۔ کس وقت اور کہاں کوئی دھماکہ ہو جائے، کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ دہشت گردی ایک لاعلاج مرض کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اخلاق وقانون کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ سپر پاور چند گھڑیوں میں ہنستے کھیلتے ملکوں کو افغانستان وعراق بنا دیتا ہے، آزادیٔ نسواں کے بینر تلے حوا زادیوں کا مختلف طریقوں سے استحصال ہو رہا ہے۔ فنون لطیفہ کے نام پر بے حیائی وفحش کاری کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ معاشی عدم توازن کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو معمولی محفل نشاط پر لاکھوں روپے پانی کی طرح بہا دیے جاتے ہیں اور دوسری طرف ایک عورت افلاس کی وجہ سے محض دس روپے میں نوزائیدہ لخت جگر کو بیچنے پر مجبور ہوتی ہے۔ The end of History کے ذریعہ جاہلی طبقاتی نظام کا احیاء ہو رہا ہے۔ خدا بے زاری کی لعنت نے انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑا ہے۔ ہر شخص اپنے پر امن مستقبل کے تئیں فکر مند اور پریشان ہے، قلبی راحت وسکون کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف ازموں اور فلسفوں کو آزما رہا ہے، جنگلوں اور پہاڑوں کا رخ کر رہا ہے۔ لیکن کہیں بھی اسے ایک پل کے لیے قرار حاصل نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاں مطالعۂ سیرت مسلمانوں کے لیے ایمانی فریضہ ہے وہاں عام انسانوں کے لیے بھی ایک انسانی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کا ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کا دشمن ہے۔

قبل از بعثت دنیا کی حالت

تاریخ بتاتی ہے کہ انسانی دنیا اس طرح کے ناگفتہ دور سے آج سے چودہ سو سال قبل بھی گزر چکی ہے، جب انسانیت زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھی۔ ایک صحرائے عرب کیا بلکہ ساری دنیا میں بدامنی وابتری پھیلی ہوئی تھی، خوف ودہشت اور معاشی استحصال کا دور دورہ تھا، امن وقانون نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی، اعلیٰ انسانی قدروں کا جنازہ اٹھ چکا تھا۔ بچیاں زندہ درگور کردی جاتی تھیں۔ غلاموں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ عورتیں ہر طرح کے حقوق سے محروم تھیں، طاقت ور کمزوروں کو نگلے جا رہا تھا، خدا فراموشی کے سبب ان گنت معاشرتی واخلاقی بیماریاں جنم لے چکی تھیں۔ شراب نوشی، قمار بازی، بے حیائی وحرام کاری، لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت گری اور ارواح خبیثہ کی پرستش عام بات تھی۔ ایسے پرآشوب دور میں مرغ زار عرب میں مسیحائے انسانیت، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہوئی، جہاں سے عروج انسانیت کی تاریخ شروع ہوئی۔

صاحب خلق عظیم

اہل سیر لکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت اور نشو ونما یتیمی کے سایے میں ہوئی، لیکن عام یتیموں کے برعکس آپ ﷺ عنفوان شباب سے ہی اعلیٰ انسانی قدروں کے دلدادہ تھے اور آپ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا حسین گل دستہ تھا جو متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔ آپ کے اندر عزم واستقلال، شجاعت ودلیری، صبر وشکر، توکل واعتماد، ایثار وقربانی، قناعت واستغناء، جود وسخا، تواضع وخاکساری جیسی بوقلموں اور متضاد صفات اس خوبی کے ساتھ موجود تھیں کہ گویا آپ کی ذات گرامی دنیا کا عظیم آئینہ خانہ ہو اور اس میں دیکھ کر ہر شخص بہ اندازۂ ہمت اپنے روح وجسم، تصور ووجدان، ظاہر وباطن اور اخلاق وعادات کی اصلاح کر رہا ہو۔ نزول وحی کے تاریخی موڑ پر جب آنحضرت ﷺ کافی نروس ہو رہے تھے، آپ کی رفیقۂ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کی دلجوئی کے لیے جو کلمات کہے ان سے بھی اخلاق کریمانہ پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا، اس لیے کہ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہ حق کی مصیبتوں میں اعانت کرتے ہیں۔'' (بخاری)

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ کا یہ اعجاز ہے کہ عرش والے نے بھی اس کی شہادت دی، فرمایا: ''بلاشبہ آپ اخلاق کے نہایت بلند مرتبے پر فائز ہیں'' (القلم:۴)

حتی کہ مشرکین مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے جانی دشمن تھے بھی آپ کی صداقت وامانت اور سچائی وراست بازی کے دل وجان سے قائل تھے۔ ابوجہل کہا کرتا تھا: ''محمدؐ میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، البتہ تم جو پیغام لائے ہو اس کو صحیح نہیں مانتا'' (ترمذی)۔ اہل مکہ کو جن قیمتی اشیاء کے ضائع ہونے کا خوف ہوتا وہ انہیں حضورؐ کے پاس بطور امانت رکھ دیتے تھے۔ شب ہجرت آنحضرت ﷺ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو مکہ میں اس لیے چھوڑ گئے کہ وہ لوگوں کی امانتیں جو آپؐ کے پاس جمع تھیں ان کو واپس کردیں۔ (ابن ہشام)

آپکے مسائل کا حل

ملازمین کا ہڑتال کرنے کا حکم

سوال : ملازمین کا مطالبات منظور کروانے یا کچھ حالات بہتر کروانے کے لیے کام کرنے سے انکار کرتے ہوئے ہڑتال کر دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب : ہڑتال کرنا ملازم اور مالک کے مابین معاہدہ میں خلل اندازی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بدعہدی سے منع کیا اور ان معاہدوں کی پاسداری کا حکم دیا ہے جو انسان کسی دوسرے کے ساتھ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو'' (المائدہ ۱) ہڑتال کرنے سے کچھ خرابیاں، آپس میں تناؤ اور شدت پیدا ہو سکتی ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو شرع میں پسندیدہ نہیں کیونکہ فقہی قاعدہ ہے ''خرابیاں دور کرنا نفع حاصل کرنے سے زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

البتہ مزدوری اور تنخواہ نہ ملنے پر کام کرنے سے انکار کرنا اور کام ترک کرنا جائز ہے کیونکہ مالک نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور اس میں رخنہ ڈالا ہے۔ اس لیے مزدور اور ملازم کو بھی حق ہے کہ وہ مزدوری اور تنخواہ نہ ملنے تک کام نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی مزدوری ادا کرو''۔

(ابن ماجہ) [ماخوذ رسائل ومسائل محمد محمود النجدی ۳۸]

قبروں کے بیچ سے جوتے پہن کر گزرنا

سوال : قبروں کے بیچ سے جوتے پہن کر گذرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب : سنت کا طریقہ یہ ہے کہ جو قبرستان میں داخل ہو وہ اپنے جوتے نکال دے البتہ اگر زمین خاردار ہو یا اس قبیل کی کوئی اور چیز ہو جس سے ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو تو جوتے پہنے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ابن قدامہ ''المغنی (۲/۴۲۴) میں فرماتے ہیں '' جب قبرستان میں داخل ہو تو جوتے نکال دے، ایسا کرنا مستحب ہے کیوں کہ بشیر بن الخصاصیہ ؓ کہتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا کہ اسی اثناء ایک آدمی قبروں کے بیچ سے گذرتا ہوا دکھائی دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے سبتی جوتے والے! اپنے جوتے اُتار دو'' چنانچہ جب اس آدمی نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو پہچان لیا اور فوراً جوتے اتار کر پھینک دیا۔ (بخاری) [شیخ صالح المنجد

شیخ ابن عثیمین ؒ فرماتے ہیں '' قبروں کے درمیان سے چپل پہن کر گذرنا خلاف سنت ہے۔ افضل یہ ہے کہ ایک شخص جب قبروں کے درمیان سے گذر رہا ہو تو جوتے اُتار دے سوائے اس کے کہ کوئی ضرورت ہو جیسے قبرستان میں خاردار جھاڑیاں ہوں، یا سخت گرمی ہو یا کنکریاں ہوں جن سے ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں قبروں کے بیچ سے گذرنے میں کوئی مضائقہ نہیں [مجموع فتاوی ابن عثیمین ۱۷/۲۰۲]

نبی اکرم ﷺ کی قبر کو مسجد میں داخل کرنے کی حکمت

سوال : نبی کریم ﷺ کی قبر مسجد میں داخل کرنے کی حکمت کیا ہے؟

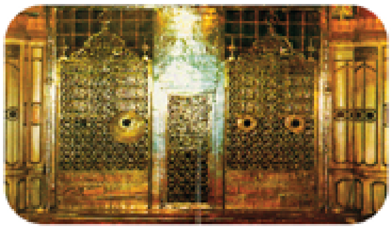

جواب : رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا'' (بخاری، مسلم)

حدیث میں ثابت ہے حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک کنیسہ اور چرچ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور اس میں تصاویر اور مجسمے رکھے ہوئے تھے چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی نیک اور صالح شخص فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصاویر بنا کر رکھ دیتے، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بدترین قوم یہی ہیں''۔ (بخاری، مسلم)

اور امام مسلم ؒ نے صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ ؓ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ...... ''خبردار تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے چنانچہ تم قبروں کو مسجدیں مت بنانا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں''

اور امام مسلم ؒ نے ہی جابر ؓ سے بیان کیا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا''

یہ احادیث صحیحہ اور اس معنیٰ کی دوسری احادیث قبروں پر مسجد بنانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، اسی طرح قبروں پر کچھ تعمیر کرنے اور انہیں پختہ کرنے اور ان پر قبے اور گنبد بنانے کی حرمت پر بھی دلالت کرتی ہیں، کیونکہ یہ سب کچھ شرک کے وسائل اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان قبروں میں موجود شخصیات کی عبادت میں شامل ہوتا ہے......

اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے دونوں صحابیوں کو مسجد میں دفن نہیں کیا گیا تھا بلکہ انہیں تو حضرت عائشہ ؓ کے گھر میں دفن کیا گیا تھا (اس اندیشہ سے کہ لوگ آپ کی قبر کو عبادتگاہ نہ بنالیں) لیکن جب ولید بن عبدالملک کے دور میں مسجد کی توسیع کی گئی تو پہلی صدی کے آخر میں حضرت عائشہ ؓ کا حجرہ مبارک مسجد میں شامل کر دیا گیا اور اس کا یہ عمل مسجد میں دفن کے حکم میں نہیں آتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے دونوں صحابیوں کو مسجد کی زمین میں منتقل نہیں کیا گیا بلکہ جس حجرہ میں ان کی قبریں تھیں اسے توسیع کی غرض سے مسجد میں داخل کیا گیا ہے۔ [شیخ عبدالعزیز بن باز ؒ]

موت کے بعد زوجین کا ایک دوسرے کو دیکھنا اور غسل دینا

سوال : عوت کا اپنے شوہر کو اس کے مرنے کے بعد دیکھنا اور اس کو غسل دینا جائز ہے یا نہیں....؟

جواب : تا وقت عدت عورت اپنے شوہر کی زوجیت میں رہتی ہے اس لیے عورت اپنے شوہر کو اس کے مرنے کے بعد دیکھ سکتی ہے اور غسل بھی دے سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

[دارالافتاء دارالعلوم دیوبند]

جب علامہ عبدالعزیز بن باز ؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''عورت کا اپنے شوہر کو غسل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ وہ غسل دینے کی مہارت رکھتی ہو۔ حضرت علی ؓ نے اپنی بیوی حضرت فاطمہ ؓ کو غسل دیا تھا اور اسماء بنت عمیس ؓ نے اپنے شوہر ابوبکر صدیق ؓ کو غسل دیا تھا''

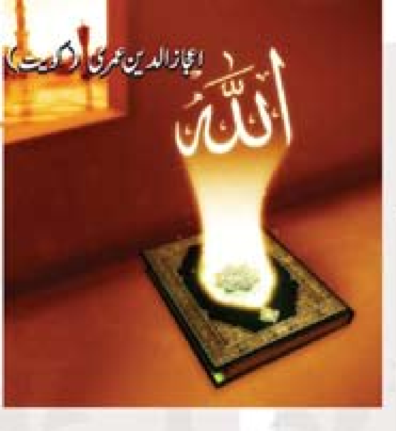

اعجاز الدین عمری (کویت)

حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

سادہ لفظوں میں قانون' اس طریقہ کو کہتے ہیں جس پر انسانی زندگی بسر ہو۔ قانون اُسے بتاتا ہے کہ وہ ایک فرد بن کر' سماج کا ایک حصہ بن کر اور ملک کا پرجا بن کر کس طرح کا رہن سہن اختیار کر سکتا ہے اور کس طرح کا نہیں؟ قانون ہی کی روشنی میں اسے پتہ چلتا ہے کہ اُس کے کون سے کام گناہ یا غلط ہیں جس پر اس کی سرزنش کی جاسکتی ہے اور اس کے کون سے کام درست اور صالح ہیں جس پر وہ ستائش کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ کھانا پینا، دیکھنا سننا اور بولنا بتانا انسان کی فطرت میں شامل ہے تو قانون اس کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ کیا کھا پی سکتا ہے اور کیا نہیں .... ؟ وہ کیا بولے کیا نہیں ...... ؟ کیا سنے اور کیا نہیں ...... ؟ کیا دیکھے اور کیا نہیں؟ قانون اسے ان ساری باتوں کا علم فراہم کرتا ہے۔

انسان جب اس دنیا میں آیا تو اس کی زندگی ایک خدائی قانون کی پیروی میں گزرتی تھی کیونکہ خلد سے آدم کے نکلتے ہوئے یہی حکم ملا تھا:

''ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اُتر جاؤ، پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے' اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا'' (البقرہ ۳۸)

لیکن جب ایک خدا کی خدائی کا تصور انسانی ذہنوں سے اوجھل ہو گیا تو انسانی زندگی بے لگام ہوگئی...... اس کے بعد لاقانونیت اور نفس پرستی نے ہزاروں جنگوں کو جنم دیا، خونریزیاں ہوئیں، قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوا، لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ چلا، قبائل اور قوموں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں، طاقتور اور کمزور کے مابین کشمکش رہی......

بالآخر بڑی قیمت چکانے کے بعد پھر انسان نے قانون کی بالادستی کو تسلیم کیا...... حاکم ہو یا محکوم، طاقتور ہو یا کمزور، امیر ہو یا غریب، مالک ہو یا مزدور ...... قانون کی پیروی کرنا سب پر لازم تھا......

مگر انسان کا یہ فیصلہ اس کی الجھنوں اور پریشانیوں کا حل ثابت نہ ہو سکا کیونکہ خود قانون میں ایسی خرابیاں رونما ہوئیں کہ اس کے فتنوں سے بچنا اس کے لیے مشکل ثابت ہوا۔ کیونکہ قانون بنانے والے آدمی ہی ہوا کرتے تھے اور وہ بھی ایسے جن کے پاس زندگی کی کوئی صحیح پہچان نہیں تھی۔ نفسانی خواہشات سے بچنے کا کوئی سامان ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ نتیجتاً خواہشیں ہی اصول بن جاتی تھیں...... ظلم وعدوان قانون کا بہروپ بن گئے تھے۔ جھوٹ، ناحق اور مکروفریب ''دستور'' کا قطیم لبادہ اوڑھے ہوئے تھے (اور آج بھی ہیں)

زمانۂ جاہلیت میں لوگ ''عجوہ'' نامی کھجور سے بت بنا کر اس کی عبادت کیا کرتے تھے...... مگر جب بھوک انہیں ستاتی تو اُسی معبود کو وہ کھا جاتے تھے...... بالکل اسی طرح ان کا خودتراشیدہ قانون بھی تھا۔ قانون بنانے والے خود حسب ضرورت اُسے ہڑپ کر جاتے (موجودہ زمانے میں ہر سُو اس کی مثالیں ملتی ہیں)

اس قانون کی بالادستی میں کھوٹ اس لیے بھی تھا کہ قانون کی تنظیم وترتیب میں رائے عامہ یا انسانوں کی ضرورت ومفاد کو...... کم ہی پیش نظر رکھا گیا تھا بلکہ جو قوم غالب اور حاکم ہوتی تھی وہ اپنی مرضی اور خواہش کا قانون مغلوب اور محکوم قوم پر مسلط کردیتی تھی...... جو غیر فطری ہونے کی وجہ سے محکوم قوم کو زندہ لاش بنا کر رکھ دیتی تھی...... اقبال نے اسی طرف اشارہ کرکے کہا تھا۔

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ ان الملوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری

اور مودودی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں'' ہر ایک شخص نے، ہر ایک گروہ نے، ہر ایک طبقے نے، ہر ایک قوم اور ملک نے اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں جہاں بھی اس کا بس چلا ہے پوری خود غرضی کے ساتھ اپنے مطلب کے اصول اور قاعدے بنالیے ہیں اور کوئی بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ دوسرے اشخاص، گروہوں، طبقوں اور قوموں پر اس کا کیا اثر پڑے گا''۔

ظلم وناانصافی کے اس باب میں صرف ایک ہی قانون کارفرما نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ چھوٹی مچھلیاں اس لیے ہیں کہ وہ بڑی مچھلیوں کی غذا بنی رہیں۔ جس کو بنیاد بنا کر اکثر یہ ہوا ہے کہ غالب اور حاکم طبقہ نے مغلوب ومحکوم کو زور زبردستی اپنے اندھے قانون کا تابع بنایا...... ہر ملک اور قوم کے قانون اور دستور میں ترمیم وتبدیل کا شوق پایا جانا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ان قوانین میں کھوٹ ہے...... انسان جب نئے دور میں داخل ہوا اور علم کا غرور سر چڑھ کر بولنے لگا تو ہر قدیم شئ کو ایک نئی تعبیر عطا ہوئی۔ پہلے ایک اکیلا انسان خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا...... اب اس خدائی کے دعوے میں بہت سے اوروں کو بھی اس نے شریک کرلیا اس نئی خدائی کو انسانیت کے سامنے'' جمہوریت'' کے حسین نام سے پیش کیا گیا...... اقبال کی نگاہ نکتہ رس نے اُسے تاڑ لیا تو گویا ہوئے۔

ہے وہی ساز کہن، مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد، جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے اسے آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین واصلاح ورعایات وحقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

درحقیقت قانون انسان کو جان، مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے...... جہاں وہ گذر بسر کرتا ہے وہاں اُسے امن وامان کی زندگی عطا کرتا ہے...... مگر یہ صرف الٰہی قانون کا خاصہ ہے...... خدائی قانون سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں دھرتی رنج اور خوف کا مسکن بنی ہوئی ہے چاہے وہ ہندوستان جیسا سب سے بڑا ''جمہوری'' ملک ہو یا امریکہ جیسا طاقتور ترین ملک...... اور جب تک الٰہی قانون کو حرف آخر کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا امن وسکون کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

مشرق وسطی کے عرب ممالک ہوں یا پھر پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور ترکستان جیسے نام نہاد مسلم ممالک خدائی قانون سے انحراف ہی کے نتیجہ میں یہاں زندگی ''کفر نہ ایمان، دین نہ دنیا، یاس وتعطل، خوف وہراس'' کا نمونہ بن گئی ہے۔

انسان جنت میں رہتا تھا۔ جنت فکروخیال سے ماوراء مکان ہے...... امن وسکون کا وہ گہوارہ ہے...... اگر انسان اس دھرتی کو بھی جنت نشان بنانا چاہتا ہے تو اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے ''الٰہی قانون کی تابعداری''۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

زمانۂ جاہلیت میں لوگ ''عجوہ'' نامی کھجور سے بت بنا کر اس کی عبادت کیا کرتے تھے...... مگر جب بھوک انہیں ستاتی تو اُسی معبود کو وہ کھا جاتے تھے۔

محمد خالد اعظمی (کویت)

ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ناکامی کے متحمل نہیں۔صدر پاکستان

اسلام آباد ۔ پاکستان کے صدر آصف علی زرداری نے کہا کہ ان کا ملک دہشت گردی کے خلاف لڑائی میں ناکامی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ یہ ہمارے وجود کی جنگ ہے اگر ہم یہ جنگ ہار جائیں گے تو دنیا بھی یہ جنگ ہار جائے گی، ناکامی کا کوئی متبادل نہیں ہوگا۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ کرکٹ کی تاریخ میں سری لنکا کے کھلاڑیوں پر ہونے والے دہشت گردانہ حملہ کے بعد صدر پاکستان نے یہ بیان دیا ہے۔

ہندوستانی انتخابات پر دس ہزار کروڑ کے اخراجات

نئی دھلی ۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہندوستان میں لوک سبھا کے ۵۴۵ حلقوں کے انتخابات ۱۶ اپریل سے ۱۳ مئی کے درمیان ہونگے اور ۱۶ مئی کو نتیجہ منظر عام پر آئے گا۔اس مرتبہ ملک بھر میں ۷۱۴ ملین رائے دہندگان اپنے حق ووٹ سے استفادہ کریں گے، اور اس انتخابات پر دس ہزار کروڑ کے اخراجات آئیں گے۔

برما کے مظلوم مسلمانوں کا محافظ کون؟

جاکرتا ۔ جاکرتا کے اسپتال میں زیر علاج ایک مسلمان روہنگیا پناہ گزیں نور محمد نے زاروقطار روتے ہوئے انڈونیشی حکام سے التجا کی کہ ہمیں واپس برما نہ بھیجا جائے کیونکہ وہاں ہماری موت یقینی ہے۔اس کے بجائے ہمیں یہیں ماردیا جائے کیونکہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں مرنے کو ترجیح دیں گے۔ برما کے روہنگیا مسلمانوں کی تعداد ۸ لاکھ ہے جو شہریت کے حق سے بھی محروم کردیئے گئے ہیں اور انہیں گندی پسماندہ بستیوں تک محدود کردیا گیا ہے جن میں وہ جانوروں سے بھی بدتر زندگی بسر کررہے ہیں۔ بہتر زندگی اور روزگار کی تلاش میں جان پر کھیل کر کشتیوں کے ذریعے راہ فرار اختیار کرنے والے اکثر افراد سمندر کی بے رحم موجوں کی نذر ہوجاتے ہیں، جب کہ باقی ماندہ لوگ تھائی لینڈ بحریہ کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور غیر قانونی نقل مکانی کی پاداش میں جیلوں میں ڈال دیے جاتے ہیں یا انھیں سمندر میں واپس دھکیل دیا جاتا ہے۔

عراق میں دس لاکھ بیوائیں اور تیس لاکھ یتیم

بغداد ۔عراقی پارلیمنٹ کی کمیٹی برائے خواتین واطفال کے مطابق عراق میں تقریباً دس لاکھ بیوائیں اور تیس لاکھ یتیم ہوگئے اس طرح جب یتیموں اور بے سہارا لوگوں کا تناسب بڑھ جاتا ہے تو پھر مستقبل میں جرائم اور تشدد بڑھنے کے امکانات ہوتے ہیں۔ آج عراق میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے۔ ان میں زیادہ تر امریکہ عراق جنگ کے دوران بیوہ ہونے والی خواتین، یتیم ہونے والے بچے، اور فرقہ وارانہ تشدد میں بے سہارا عمر رسیدہ افراد اور بچے شامل ہیں

انگلینڈ کے مسیحی اسکولوں میں مسلم طلباء کی کثرت

لندن ۔ انگلینڈ کے چرچ اسکولز میں مسلم طلباء کی کثیر تعداد داخلے حاصل کررہی ہیں۔ مسلم والدین سیکولر اسکولز کے بجائے کرسچن چرچ اسکولز کو ترجیح دیتے ہیں۔

دبئی کے بعض علماء کے مطابق لاش کو مشروط جلانا جائز

دوبئی ۔دوبئی کے بعض علماء نے پاگل کتے کے کاٹنے سے وفات پانے والے مسلم شخص کی تدفین کے بجائے نعش کو نذر آتش کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ ڈاکٹروں نے اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ لاش کو سپرد خاک کرنے سے مٹی کے

راستے وائرس دوسرے صحت مند افراد تک منتقل ہوسکتا ہے لہذا علماء نے ایسی لاش کو نذر آتش کرنے کو جائز قرار دیا ہے جس کی روایتی طریقوں سے تدفین سے دوسرے لوگوں کی زندگی کو خطرہ ہو۔ لیکن علماء نے مزید وضاحت کی ہے کہ اگر گہری قبر، سیل بند تابوت یا قبر پر کنکریٹ کا ڈھکن جیسے متبادل ذرائع استعمال کرکے خطرناک وائرس کے اثرات سے بچا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں لاش کو نذر آتش کرنا جائز نہیں۔

مکہ مکرمہ میں عالمی فتوی کانفرنس

مکہ مکرمہ ۔ جنوری کے اواخر میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام عالمی فتوی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کے نامور مفتیان وعلماء فقہ واصول نے شرکت کی۔ اس میں جو خاص موضوعات زیر بحث تھے ان میں ”فتوی کی اہمیت اور اس کے اصول، شریعت میں مفتی کا مقام ومرتبہ، فضائی چینلوں سے نشر کئے جانے والے فتوؤں کی حیثیت، اور فتوؤں کی دنیا میں پھیلی ہوئی انارکی کو کنٹرول کرنے کے اصول“ قابل ذکر ہیں۔

عوام کے لیے فلم کی نمائش ضروری

ریاض ۔سعودی شہزادہ الولید بن طلال نے کہا کہ عوام کے لیے فلم کی نمائش ضروری ہے۔ اپنے ایک بیان میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں توقع ہے کہ ملک میں ۳۰ سال سے فلم کی نمائش پر عائد پابندی اٹھنے والی ہے۔ تاہم یہ پابندی کب اٹھے گی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

غزہ ۔ فلسطینی قومی ادارے کے مطابق اسرائیل کی غزہ پر بلاوجہ جارحیت کے نتیجہ میں تمام معاشی سرگرمیوں کا مجموعی خسارہ تقریباً ۵۵ کروڑ ڈالر تک پہونچ گیا، جو یومیہ ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر بنتا ہے۔ ادارے کے اعداد وشمار کے مطابق اسرائیلی جارحیت نے دوران جنگ چار ہزار مکانات مکمل تباہ کردیئے۔ سولہ ہزار گھروں، عمارتوں کو جزوی نقصان پہنچایا ہے۔ جبکہ ۱۵۰۰ صنعتی مراکز، دکانیں اور تجارتی مراکز کو نقصان پہنچایا۔ اور ۱۰ لاکھ فلسطینی بجلی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہوگئے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں میں عظیم قیادت کا فقدان

کرناٹک ۔ شہر بھٹکل میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اعلی اختیار عاملہ کمیٹی کے اجلاس میں جہاں دوسری بہت ساری باتیں ممبران کے سامنے پیش کی گئیں وہیں سب اہم بات یہ آئی کی مسلمانوں میں فعال قیادت کی ضرورت ہے بورڈ کے ایک ممبر نے یہ بھی کہا کہ اس وقت قوم میں ایک عظیم قیادت کا فقدان ہے، آج مسلمانوں کو ایک ایسے لیڈر کی ضرورت ہے جو انہیں معاشرہ میں اونچا اور ترقی یافتہ مقام دلا سکے۔

سعودی عرب کی بڑی تعداد ذاتی مکان سے محروم

ریاض : صدر قومی سوسائٹی برائے انسانی حقوق کے مطابق سعودی عرب کے ۴۵ سے ۶۰ فیصد شہری اپنے ذاتی مکانوں سے محروم ہیں۔ حکومت نے ملک کے مختلف علاقوں میں غریبوں کے کم قیمتی مکانات کی تعمیر کے لیے دس ارب ریال مختص کیا ہے۔

ہندوستان دار الحرب نہیں

نئی دھلی : دار العلوم دیوبند نے فتوی جاری کیا ہے کہ ہندوستان جمہوری ملک ہے، اس میں بسنے والی تمام اقوام قانوناً مشترک ہیں اور دستور وآئین ہندوستان سب کی حفاظت کی ضامن ہے ایسی صورت میں ہندوستان دار الامن ہے نہ کہ دار الحرب۔ یہ فتوی اس پس منظر میں جاری ہوا ہے کہ ہندوستان کی ایک متعصب ہندو تنظیم وشو ہندو پریشد نے فرقہ وارانہ ذہنیت پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ہندوستان کو دار الحرب کہنا چھوڑ دیں اور ہندوؤں کو کافر نہ کہیں۔

غیر مسلموں کو سیرت نبوی سے آگاہ کرنے کی سخت ضرورت

ممبئی : حوض رانی گرلس اسکنڈری اسکول کی سالانہ میگزین کی چیف ایڈیٹر نیلم رتنا نے میگزین کے صفحہ ۱۸ پر چوتھے کالم میں یہ تحریر شائع کی تھی کہ (حضرت محمد جمعہ کے دن مارے گئے) جسکے خلاف مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا تو چیف ایڈیٹر نے صراحت کی کہ ہم نے یہ معلومات انٹرنیٹ سے حاصل کی تھی اور معافی مانگتے ہوئے وعدہ کیا کہ آئندہ ایسی کوئی تحریر نہ شائع کی جائے گی جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں۔

اعجاز الدین عمرانی (کویت)

جن سے فرشتے شرماتے ہیں

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار پیارے نبی ﷺ اپنے حجرہ میں آرام فرما تھے کہ اتنے میں باہر سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں...... آپ ﷺ بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلی کا ایک حصہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ اجازت ملنے پر حضرت ابوبکرؓ اندر تشریف لاتے ہیں، آپ اُسی حالت میں ان سے باتیں کرتے ہیں اور تھوڑی دیر بعد وہ چلے جاتے ہیں......

کچھ وقفہ بعد حضرت عمر تشریف لاتے ہیں، اجازت طلب کرتے ہیں، اور آپ اسی حالت میں ان سے بھی گفتگو جاری رکھتے ہیں...... پھر وہ بھی چلے جاتے ہیں......

(شاید یہ اتفاق تھا کہ) کچھ ہی دیر میں حضرت عثمانؓ حاضری دیتے ہیں اور اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں...... آپ ﷺ حضرت عثمان کے استقبال کے لیے اُٹھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی پنڈلی پر کپڑا ڈال لیتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ اندر آتے ہیں اور کچھ دیر بعد چلے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ پوچھ بیٹھتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کی آمد پر وہ کچھ نہیں کیا جو حضرت عثمانؓ کی آمد پر کیا...... آپ ﷺ گویا ہوئے:

"عائشہ! عثمان بڑے شرمیلے انسان ہیں۔ اگر میں لیٹے ہی رہتا تو شاید وہ شرم سے اندر نہ آتے...... مجھے اچھا نہیں لگا کہ ایک شخص اپنی ضرورت کی تکمیل کیے بنا میرے ہاں سے واپس ہو جائے...... عائشہ! میں کس طرح عثمان سے شرم نہ کرتا' اُن سے تو فرشتے بھی شرماتے ہیں"۔

جب سویرا ہوا

وہ ایک مشہور ڈاکو تھا، قافلے اس کے نام سے تھر تھر کانپتے تھے، اُسے ایک لڑکی سے عشق ہو چلا...... ایک بار اس سے ملنے کے لیے دیوار چڑھ رہا تھا کہ اُسے قرآن مجید کے پڑھنے کی آواز سنائی دی، پڑھنے والا پڑھ رہا تھا ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (الحدید ۱۶) "کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھل جائیں اور اس کے نازل کردہ حق کے سامنے جھک جائیں......"

جب یہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو چلاتے ہوئے واپس ہوا کہ "پروردگار!...... اب وہ وقت آچکا ہے...... ہاں وہ وقت آچکا ہے...... رات کے اندھیارے نے اسے ایک سنسان مقام پر پہنچا دیا...... دیکھا کہ کچھ لوگ سرگوشیاں کر رہے ہیں...... ایک کہہ رہا ہے کہ چلو اب روانہ ہو جائیں تو دوسرا کہتا ہے: اب کہاں چلیں؟ صبح کی روشنی پھیل جائے تو روانہ ہوں گے، اگر فضیل نے ہمیں دیکھ لیا تو پھر خیریت نہیں......

اُسے اپنے بارے میں یہ سن کر بڑا رنج ہوا۔ خدا کے حضور میں آہ و زاری کرنے لگا اور اپنی خطاؤں کے لیے معافی مانگنے لگا۔ اس کا دل بدل چکا تھا۔ اس نے اپنی باقی زندگی خانہ کعبہ میں گزارنے کی دل میں ٹھان لی......

ہاں!...... یہی تھے مشہور زاہد...... فضیل بن عیاضؒ۔

تھا وہ بھی زمانہ

مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں اشبیلیہ، غرناطہ اور قرطبہ میں ایسی عالیشان مسجدیں بنائیں جو "فنِ اسلامی" کا شاہکار تھیں، ان شہروں میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں جو ساری دنیا کے لیے علم کا مرکز ثابت ہوئیں، بحث و تحقیق، ترجمہ و تالیف سلطنت اسلامیہ میں اس بڑے پیمانے پر ہونے لگا کہ ؎

"ارسطو کی تعلیم، سولن کا قانون — پڑے تھے کسی قبرِ کہنہ میں مدفون
اسی باغِ رعنا سے بُو اس کی پھوٹی — یہیں آکے مہرِ سکوت اُن کی ٹوٹی"

نیز ؎

"حریمِ خلافت میں اونٹوں پر لد کر — چلے آرہے تھے مصر و یوناں کے دفتر

میڈیکل سائنس، کیمسٹری اور ریاضیات میں ماہرین پیدا ہوئے، مختلف شہروں میں بڑی بڑی لیبارٹریاں (تجربہ گاہیں) قائم تھیں۔

عباس بن فرناس بڑی عرق ریزی کے بعد "ہوائی جہاز" اڑانے میں کامیاب ہوا تھا' جو تھوڑی دیر تک ہوا میں پرواز کرنے کے بعد نیچے آگیا تھا۔ پتھر سے شیشہ سازی کا فن بھی اسی نے ایجاد کیا تھا، اپنے گھر کے آنگن میں اس نے ایک مصنوعی کہکشاں بنائی تھی جس میں ستارے چمکتے تھے اور چاند آجایا کرتا تھا۔

میڈیکل سائنس میں ابن سینا کی کتاب "القانون" اور رازی کی کتاب "الحاوی" کے اہلِ یورپ نے ترجمے کروائے، صدیوں تک یورپ کی یونیورسٹیاں انہیں اپنے نصاب میں شامل کرتی رہیں...... اس موضوع میں یہی دو کتابیں اُن کا مصدر اور مرجع تھیں۔

ابن رشد بھی اندلس میں پیدا ہونے والے بیش بہا علمی سرمایہ تھے۔ فلسفہ، علم کلام، فقہ، طب جیسے موضوعات پر ایک سو سے زائد کتابیں انہوں نے تصنیف کیں۔

miguel hernandez لکھتا ہے کہ اندلسی فلسفی ابن رشد نہ صرف نابغۂ روزگار تھا بلکہ اگلی پچھلی کئی صدیوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ جدید سائنس کو اس نے فکر و نظر کا ایسا عطیہ پیش کیا جس پر عہدِ جدید کی بنیاد رکھی گئی...... مگر ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

راہزن کو بھی میرا راہبر اچھا لگا

سمرقند سے ایک شکایت نامہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس پہنچتا ہے جس میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر ان کی اجازت کے بنا ہی ان کے شہر میں داخل ہو چکا ہے...... ایک ثانیہ کی بھی دیری نہیں لگتی کہ امیر المؤمنین کا اس علاقہ کے گورنر کو حکم چلا جاتا ہے کہ اس معاملہ کی جانچ پڑتال کے لیے ایک قاضی کا تقرر ہو...... حکم پہنچتا ہے...... قاضی کا تقرر ہوتا ہے اور معاملہ کی تفتیش کے بعد قاضی کا فیصلہ بھی صادر ہوتا ہے کہ "مسلمان فوج فی الفور شہر خالی کردے"

اہلِ سمرقند اس حیرت انگیز فیصلے سے دم بخود ہیں...... وہ پکار اُٹھتے ہیں "نہیں اس قوم سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں، اس کا فیصلہ ہمارے حق میں رحمت ہے اور بیش بہا نعمت ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس قوم نے لشکر کے خلاف دعویٰ دائر کیا تھا اُسی نے انہیں پلکوں پر بھی بٹھایا۔

محمد شاہنواز محمدی (کویت)

IPC کے شب و روز

کویت کی یوم آزادی "ھلافبرائر" کی مناسبت سے دعوتی لٹریچرز کی تقسیم

1 فروری کو کویت کی یوم آزادی "" ھلافبرائر'' کی مناسبت سے سالمیہ میں نمائشی جشن کا افتتاح کیا گیا جس میں IPC کی طرف سے دعوتی لٹریچرز پر مشتمل اسٹال ڈالا گیا تھا، جہاں مختلف زبانوں کے دعاۃ نے اہل کویت اور تارکین وطن میں کتابیں تقسیم کیں۔

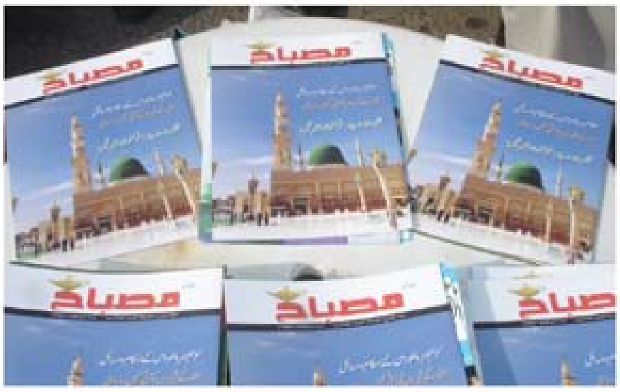

نومسلم بھائیوں کا چھارماھی امتحان

IPC میں نومسلم بھائیوں کی تعلیم وتربیت کا اچھا خاصا اہتمام کیا جاتا ہے اور منظم کلاسیز کی شکل میں ان کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے۔ چارماہی کورس مکمل ہونے پر ماہ فروری میں تمام زبانوں کے نومسلم بھائیوں کے لیے امتحانات رکھے گئے جس میں کامیاب طلبہ کو سرٹیفکٹ سے نوازا جائے گا۔

کویت یونیورسٹی میں فٹ بال مقابلہ

کویت یونیورسٹی کے زیراہتمام مورخہ ۵ فروری کو کویت یونیورسٹی کے اجنبی طلبہ اور IPC کے نومسلم بھائیوں کے مابین فٹ بال مقابلہ منعقد کیا گیا جس کا آغاز نگراں ہاسٹل برائے اجنبی طلبہ کویت یونیورسٹی کے افتتاحیہ کلمات سے ہوا۔ انہوں نے مقابلہ کے اہداف پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ "اسلام محض عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس نے زندگی کے دوسرے شعبوں کے ساتھ جسم وصحت کی حفاظت پر بھی کافی زور دیا ہے، یہ مسابقہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد ہار جیت سے قطع نظر اسلامی اخوت ومحبت کو فروغ دینا ہے"۔ فٹ بال مقابلہ کے بعد ہر کھلاڑی کو تحائف وشیلڈ سے نوازا گیا۔

بہت غور سے کتاب دیکھنا

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ آپ نے پیارے نبی ﷺ کی صحیح صحیح حدیثوں کو جمع کرکے ایک کتاب لکھی ہے جو مسلم شریف کے نام سے مشہور ہے، قرآن مجید اور بخاری شریف کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب مسلم شریف ہے۔

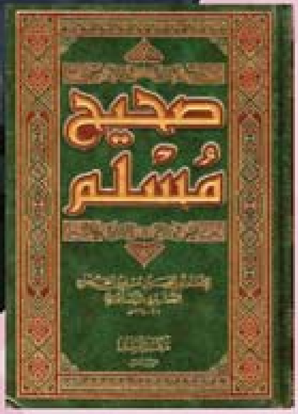

ایک دفعہ کا ذکر ہے امام مسلمؒ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے آپ سے ایک حدیث پوچھی، اتفاق کی بات اس وقت آپ کو وہ حدیث یاد نہ تھی فوراً گھر آئے، چراغ جلایا اور کتابیں نکال کر وہ حدیث ڈھونڈنے لگے۔

گھر میں کہیں سے ایک ٹوکری کھجور آئی تھی، گھر والوں نے کھجور کی وہ پوری ٹوکری امام مسلم کے پاس لاکر رکھ دی۔ امام مسلم حدیث ڈھونڈتے جاتے اور ایک ایک کھجور کھاتے جاتے۔ حدیث ڈھونڈنے میں اتنا کھوئے ہوئے تھے اور کتاب اتنے غور سے دیکھ رہے تھے کہ کھجور پر ان کی نظر نہ پڑی اور نہ یہی خیال رہا کہ رات کتنی گزری جارہی ہے۔

جب حدیث مل گئی اور ادھر سے نظر ہٹی تو دیکھا صبح ہو چکی ہے اور ٹوکری پر نظر گئی تو ساری کھجور ختم ہو چکی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ وہی ٹوکری بھر کھجور کھالینے کے سبب امام مسلم انتقال فرما گئے۔ اللہ کی بے شمار رحمت ہو ان پر

سوالات:

☆ امام مسلم کون ہیں؟
☆ ان کی کونسی کتاب بہت مشہور ہے اور کس وجہ سے مشہور ہے؟
☆ امام مسلم کے انتقال کا سبب کیا ہوا؟

ظرافت

ایک لڑکا اچک اچک کر آگے والے لڑکے کی نقل کر رہا تھا۔ کمرہ امتحان میں بیٹھے ہوئے ماسٹر صاحب نے طنزیہ کہا: ''اگر آپ کہیں تو اس کے ساتھ بیٹھا دوں''

لڑکے نے کہا: ''شکریہ سر مجھے یہاں سے بھی نظر آرہا ہے''

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اللہ نے ہے خود فرمایا ۔۔۔ دنیا کو ہے اس نے بنایا
سورج چاند زمین اور تارے ۔۔۔ اس نے سجائے اس نے سنوارے
اس نے ہیں یہ باغ لگائے ۔۔۔ اور ان میں پھل پھول سجائے
پربت، جنگل، چشمے، دریا ۔۔۔ اس کی قدرت کا ہیں تماشا
پیدا کرکے پالے پوسے ۔۔۔ سب جیتے ہیں اس کے بھروسے
روزی رزق وہی ہے دیتا ۔۔۔ اور بدلے میں کچھ نہیں لیتا
چاہے رکھے چاہے مارے ۔۔۔ سب بے بس ہیں سب بیچارے
باغ ہے دنیا وہ ہے مالی ۔۔۔ وہ ہے سب دنیا کا والی
دو لفظوں میں ہے یہ کہانی ۔۔۔ اس کے سوا سب کچھ فانی
دل سے بول ہمیشہ تو ۔۔۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُـوَ

(عبدالمجید بھٹی)

نعت پاک

حق کے اسرار نہ جو اور کسی تک پہونچے
حق کے محبوب اک امی لقب تک پہونچے
اک تبسم پہ ترے گلشن کونین نثار
کیا کوئی پھول تری خندہ لبی تک پہونچے
کتنے خوش بخت ہیں نیند آئی ہے طیبہ میں جنہیں
سچ تو یہ وہ حیات ابدی تک پہونچے
تو بھی لاریب بشر ہے مگر اے فخر بشر
کون ہے جو تری خیر البشری تک پہونچے
دوست تو دوست ہے دشمن کو بھی سیراب کیا
ان کے پیمانہ الطاف سبھی تک پہونچے
آپؐ کی اک نگہ لطف پہ قربان ہوئے
لے کے شمشیر برہنہ جو نبی تک پہونچے
ناز ہے دانش و دیں کو انہی دل والوں پر
خاک اڑاتے ہوئے جو کوئے نبی تک پہونچے
جن پہ روشن ترا اخلاق کریمانہ ہوا
وہی قرآن کی تفسیر جلی تک پہونچے
کاش پھر بارش رحمت ہو مرے سر پہ حفیظؔ
کاش پھر میرا قدم انؐ کی گلی تک پہونچے

حفیظ بنارسی

غزل

وفا کے نام لیواؤ وفا تکلیف تو دے گی
گھروندا گر شکستہ ہو گھٹا تکلیف تو دے گی
ہمیں تم بھول جانے کی ہمیشہ بات کرتے ہو
تمہیں یہ بھول جانے کی ادا تکلیف تو دے گی
بڑے گم صم بڑے تنہا لیے کچھ خواب آنکھوں میں
جلا کر دیپ بیٹھے ہو ہوا تکلیف تو دے گی
حنا میں گوندھ کر لایا کوئی سوغات اشکوں کی
پڑے ہیں ہاتھ میں چھالے حنا تکلیف تو دے گی
نکل کر میری دھڑکن سے دعا جینے کی دیتے ہیں
ہمیں یوں زندہ رہنے کی دعا تکلیف تو دے گی
تعلق توڑ کر وہ ساتھ ہی یہ کہہ گیا ساجدؔ
تمہیں ترکِ تعلق کی سزا تکلیف تو دے گی

ساجد علی ساجدؔ (کویت)

نظم

اب ذکر وفاؤں کا کتابوں میں ملے گا
ابلیس بھی انسان سے حجابوں میں ملے گا
دھوکے کی یہ دنیا ہے یقین کس کا کرو گے
اس دور کا انسان نقابوں میں ملے گا
ہر سمت دھماکوں سے زمین گونج رہی ہے
ہر شخص تو زخموں کے حسابوں میں ملے گا
اشکوں سے کہاں تشنگی روح بجھے گی
کیا غم کا مداوا بھی شرابوں میں ملے گا
ظالم کے بدن پر قبا پھولوں کی ملے گی
مظلوم زمانے کے عتابوں میں ملے گا
ٹوٹے ہوئے خوابوں کو سمیٹوں کہاں صابرؔ
اب کیا مجھے ٹوٹے ہوئے خوابوں میں ملے گا

صابرؔ عمر گالسولکر

مکتوبات

مجلہ اور اس کے ناشرین قابل مبارکباد

محترم جناب ایڈیٹر صاحب ! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ لجنۃ التعریف بالاسلام کویت کی جانب سے ماہنامہ مصباح (اردو) نشر کیا جارہا ہے یقیناً یہ مجلّہ اور اس کے ناشرین قابل مبارکباد ہیں۔ان شاءاللہ یہ مجلّہ کویت کی سرزمین پر ہندوپاک کے اردوداں حضرات کے لئے تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنے گا،کویت کی سرزمین پر یہ پہلا اردو مجلّہ ہے،مضامین علمی اور سہل فہم ہیں...... اللہ تعالی اس مجلّہ کو خوب ترقی سے نوازے اور ناشرین کو جزائے خیر دے۔آمین

محمد صاحب جامعی / داعی احیاء التراث الاسلامی فرع الاندلس

’’جب کفر کا طلسم ٹوٹا‘‘ نے دل کو چھولیا

مجھے مجلّہ مصباح پڑھنے کو ملا، بہت ہی پسند آیا، سبھی کالمز معلومات سے پُر تھے مگر ایک کالم (ہدایت کی کرنیں) ’’جب کفر کا طلسم ٹوٹا‘‘ دل کو چھولیا جناب شمس الدین صاحب جو اسلام قبول کئے ہیں- اسلام کی خاطر اپنے بیوی بچوں سے علیحدگی اختیار کرلی اور اپنی ساری جائیداد سے بھی محروم کردیئے گئے پھر بھی ان کا عزم دیکھئے کہ انہوں نے کہا اگر اسلام کی راہ میں جان دینے کی بھی بات آئی تو کوئی جھجک محسوس نہ ہوگی- واقعی وہ قابل مبارکباد ہیں اِسے کہتے ہیں آسمان کی اونچائی۔ اگر کوئی موقع نصیب ہوا تو میں ان صاحب سے ملنا چاہوں گا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ان کو بھی اور ہم سبھوں کو ایمان پر قائم رکھے اور اللہ پاک اس مجلّے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔آمین

خلیل محمد چکنے، یوسف الغانم کمپنی، عارضیہ (کویت)

’’مصباح‘‘ اسلامی قدروں کا محافظ اوردعوتی جد وجهد میں همارا معاون هے

جناب صفات بھائی ! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

سب سے پہلے میں اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے آپ کی ادارت اور ipc کے تعاون سے کویت میں ’’مصباح‘‘ کے نام سے ایک اردو مجلّہ کے وجود کو ممکن بنایا۔

’’مصباح‘‘ کویت میں موجود تمام اردوداں حلقہ کے لیے ایک نہایت ہی گرانقدر مجلّہ ہے۔اللہ کے فضل وکرم سے آپ کا مجلّہ اسلامی قدروں اور تعلیمات کو پھیلانے ، نیز ہماری دعوتی جدوجہد اور ملت کے تئیں ہماری ذمہ داری کو نبھانے میں بھی معاون ومددگار ثابت ہوگا۔ ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ ’’مصباح‘‘ کو کامیاب رکھے،ہم مصباح کے جملہ ادارتی ٹیم کے لیے بھی دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر دے۔ اللہ حافظ

ارشد حبیب۔ IMA (کویت)

ہر حرف عمل کے لائق ہے اور ہر مضمون قابل اتباع

جناب ایڈیٹر صاحب ! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا،ماہنامہ مصباح کا ایک شمارہ نظر نواز ہوا،پورا شمارہ ایک ہی وقت میں پڑھ گیا،اس کے تمام مضامین عمدہ اور سبق آموز ہیں،اس کا ہر حرف عمل کے لائق ہے اور ہر مضمون قابل اتباع ہے......اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ماہنامہ مصباح کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔آمین ثم آمین

آفتاب عالم ندوی کنکو کمپنی،صبحان (کویت)

نوٹ: ہم آپ سب کے بے حد ممنون ہیں اور مجلّہ ’’مصباح‘‘ کے تئیں آپکے نیک جذبات کی قدر کرتے ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ آپکے تجاویز ہمارے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں،لہذا ہمیں اپنے گرانقدر تاثرات، قیمتی آراء اور مخلصانہ مشوروں سے ہمیشہ نوازتے رہیں،اسی کی روشنی میں ہم مجلّہ کے معیار کو بہتر سے بہتر بنا سکیں گے۔ (ادارہ)

مصباح نے دل کو سکون بخشا

محترم جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

جناب! میں نے مصباح پڑھا، پڑھ کر دل کو بہت سکون ملا، بہت اچھی اچھی تحریریں ہیں،آپ کے اس نیک کام میں خدا آپ کی مدد فرمائے اور اسلام کا پوری دنیا میں بول بالا ہو۔میری طرف سے مصباح کی پوری ٹیم کی خدمت میں سلام عرض ہے آپ کی دعاؤں کا طالب

شاہد اقبال (کویت)

موصوف نے اپنے مکتوب کے ساتھ ’’ماں‘‘ کے عنوان کے تحت ایک نظم بھی ارسال کیا ہے جو پیش خدمت ہے

آتا ہے یاد مجھ کو وہ گزرا ہوا زمانہ
وہ میرا روٹھ جانا وہ ماں کا مجھے منانا
ایک بار رونے لگا تھا رات کو میں اٹھ کر
دیکھ کر مجھ کو روتا وہ ماں کا تڑپ جانا
سوتا تھا میں کبھی اپنی ماں کی آغوش میں
کتنا مشکل ہے اب بن ماں کے تنہا سونا
ماں کے دم سے تھی میری زندگی کی ہر بہار
ماں کے بغیر خاموشی ہے ہر طرف ویرانہ
بس ایک ہی دعا مانگتا ہے شاہد خدا سے
یارب میری ماں کے لیے جنت میں گھر بنانا

موصوف مزید لکھتے ہیں’’ماں ہے تو سب کچھ ہے،نہیں تو کچھ بھی نہیں،دنیا کی ہر چیز تو مل سکتی ہے لیکن اگر ایک بار آپ کی ماں کھوگئی تو پھر نہیں ملے گی،ماں کے بغیر زندگی کیسے کٹتی ہے یہ صرف میں ہی جانتا ہوں یا وہی جانتے ہیں جن کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا ہو۔میں یہی دعا کرتا ہوں کہ دنیا میں ہر ماں سلامت رہے ورنہ میری طرح بہت سے بچے تنہا ہو جائیں گے۔آپ سب پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ ہمیشہ اپنی ماں کو خوش رکھو،اُن کی خدمت کرو اور دعا کرو کہ خدا میری ماں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے‘‘۔

شاہد اقبال صاحب!

ماں کے تعلق سے آپکے احساسات دل کو جھنجوڑ کر رکھ دینے والے ہیں،واقعی ماں کی محبت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ ان کی مفارقت سے دنیا سونی پڑ جاتی ہے لیکن کیا کریں گے،ہم سب اللہ کی امانت ہیں،ایک نہ ایک دن ہر ایک کو یہاں سے جانا ہے،کوئی اس سرائے فانی میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا، یہی یقین ہمیں اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ ہم صبر وشکیبائی سے کام لیں،ان کے حق میں دعائے خیر کریں اور ان کا جن لوگوں کے ساتھ تعلق تھا اُسے بحال رکھیں۔اللہ تعالی آپ کو اور ان قارئین کو جو اس نعمت سے محروم ہو چکے ہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کبھی غور کیا؟

اے انسان تو سمجھتا ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا لیکن نہیں بلکہ دنیا جلد ہی تمہارا نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مُردوں کی فہرست میں ڈال دے گی۔

- والدین بہت روئیں گے بالآخر مایوس ہو کر بیٹھ جائیں گے۔
- دوست واحباب، عزیز واقارب تجھے بہت یاد کر کے ہمیشہ کے لیے بھول جائیں گے۔
- بیوی کچھ عرصہ سوگوار رہے گی مگر چند روز کے بعد حالات کی تبدیلیاں اُسے تازہ مشاغل میں الجھا دیں گی۔
- بچے بہت یاد کریں گے مگر آہستہ آہستہ اُن کے ذہن سے تمہارا نقش محو ہو جائے گا۔
- طوفانِ باد وبہاراں دستوراً تمہاری قبر کی بلندی کو ہموار کر کے تمہارا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے صرف چند سال بعد ایک بھولے ہوئے خواب کی مانند ہو جاؤ گے۔

نصف صدی کے بعد اس بات کا باور کرنا بھی مشکل ہو جائے گا کہ تم کبھی اس دنیا میں آئے بھی تھے۔

اس لیے!

دنیا کی فکر چھوڑ...... آخرت کی تیاری کر...... جہاں ابدی زندگی تیرا انتظار کر رہی ہے۔ دنیا کے لیے صرف اتنی محنت کر جتنا تجھے یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی فکر کر جتنا تجھے وہاں رہنا ہے۔